REGD. NO P. 67 PHONE 35

جلد ۲۱ = شمارہ ۷-۸

میں اخلاقی و اعتقادی اور ایمانی کمزوریوں کی اصلاح کیلئے دنیا میں بھیجا گیا ہوں

کلماتِ طیبات سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"میں بکمال ادب و انکسار حضرات علماء مسلمانان و علماء عیسائیان و پنڈتان ہندوان و آریان کو یہ اشتہار بھیجتا ہوں اور اطلاع دیتا ہوں کہ میں اخلاقی و اعتقادی و ایمانی کمزوریوں اور غلطیوں کی اصلاح کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہوں اور میرا قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم پر ہے۔ انہی معنوں سے میں مسیح موعود کہلاتا ہوں کیونکہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ محض فوق العادت نشانوں اور پاک تعلیم کے ذریعہ سے سچائی کو دنیا میں پھیلاؤں۔ میں اس بات کا مخالف ہوں کہ دین کے لئے تلوار اٹھائی جائے اور مذہب کے لئے خدا کے بندوں کے خون کئے جائیں۔ اور میں مامور ہوں کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے ان تمام غلطیوں کو مسلمانوں میں سے دور کر دوں اور پاک اخلاق اور بردباری اور حلم اور انصاف اور راستبازی کی راہوں کی طرف ان کو بلاؤں۔ میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے۔ اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔

میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر میں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولتمند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ **سچا خدا**۔ اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا۔ اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پاکر سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں اور وہ بھوکے مریں اور میں عیش کروں۔ یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔ میرا دل ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر کباب ہو جاتا ہے۔ ان کی تاریکی اور تنگ گزرانی پر میری جان گھٹتی جاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آسمانی مال سے ان کے گھر بھر جائیں اور سچائی اور یقین کے جواہر ان کو اتنے ملیں کہ ان کے دامن استعداد پُر ہو جائیں۔"

(اربعین نمبر ۱ صفحہ ۱ و ۳)

صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے وما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

ہفت روزہ بدر قادیان جلسہ سالانہ نمبر
مورخہ ۲۳/۲۴ تبلیغ ۱۳۵۱ ہش

قادیان میں جماعت کے مقاماتِ مقدسہ

آج سے کئی سال پہلے جس بزرگ ہستی نے درویشانِ قادیان کو مخاطب کر کے فرمایا تھا

"قدمِ مسیح کے جس کو بنا چکے ہیں حرم
تم اُس زمینِ کرامت نشاں میں بستے ہو"

تو یہ کوئی شاعری نہ تھی بلکہ سراسر حقیقت تھی جسے موزون الفاظ کا جامہ پہنا دیا گیا۔ سرزمینِ قادیان کے ساتھ جماعتِ احمدیہ کی بے شمار ایسی تاریخی روایات وابستہ ہیں کہ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے ان کی اہمیت و عظمت بڑھتی جا رہی ہے۔ دنیا کے تمام دیگر پُرعظمت مقامات کی طرح جن کے ساتھ اہلِ ارض کے گہرے روحانی جذبات وابستہ ہیں خود قادیان میں واقع جماعتِ احمدیہ کے مقدس مقامات بھی ہر فردِ جماعت کی نگاہ میں غیر معمولی عزت و عظمت رکھتے ہیں۔ یوں تو قادیان کی ساری بستی ہی دنیا بھر کے احمدیوں کی نگاہ میں قابلِ احترام ہے، لیکن بستی کا وہ حصہ جس میں جماعت کے مقدس مقامات واقع ہیں، اس کی ایک ایک گلی، ایک ایک مکان بلکہ ایک ایک اینٹ متبرک ہے۔ نہ صرف احمدیہ محلہ کے درویشان کے لئے بلکہ دنیا کے کونہ کونے میں بسنے والے سبھی احمدی اسی نوعیت کے جذبات رکھتے ہیں۔

مالیہ ہند و پاک جنگ کے دنوں ہی جب اس بات کا علم ہوا کہ حفاظت کے خیال سے بعض سرکاری حکام درویشوں کو ان کے مکانات سے نکال کر کسی دوسری جگہ منتقل کر دینا چاہتے ہیں تو انہیں جو صدمہ پہنچا وہ ناقابلِ بیان ہے۔ وہ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ اٹھے۔ تین چار روز جس اضطراب اور تشویش میں گزرے اس کا اندازہ وہی لگا سکتے ہیں جن پر ایسے حالات وارد ہوئے ہوں۔ درویشان کا یہ جذبہ و بے چینی ہو جانا ایک فطری امر تھا۔ کیونکہ ہر قسم کے دنیوی مفادات سے کنارہ کشی کر کے احمدی درویشان کی یہ جماعت مقاماتِ مقدسہ قادیان کی خدمت و آبادی کے جذبہ سے یہاں دھونی رمائے بیٹھی ہے۔ عمر عزیز کے ۲۴ سال گزر گئے۔ اس عرصہ میں طرح طرح کی پریشانیوں سے دوچار ہوئے۔ قریب ترین رشتہ داروں کے آخری دیدار بھی نہ کر سکے۔ کسی کا باپ فوت ہوا، کسی کی ماں چل بسی، کسی کا بھائی اور کسی کی بہن داغِ مفارقت دے گئے، مگر آخری بار منہ دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا۔ عزیز رشتہ داروں کی اس طرح اندوہناک جدائی کے علاوہ اقتصادی تنگ حالی کی پرواہ نہ کی۔ اور دل اسی بات سے مطمئن رہے کہ مقاماتِ مقدسہ کی خدمت و آبادی کی سعادت میسر آ رہی ہے اور یہی بڑی دولت ہے۔ اب انہی مقامات سے نکالا جانا بلاشبہ بڑا ہی دل خراش سانحہ ہوگا۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا مولد و مسکن "اَلدّار" خصوصی دعاؤں اور عبادت گزاری کے مقامات "بیت الدعاء"، "مسجد مبارک"، "مسجد اقصیٰ"، "منارۃ المسیح" یہ سبھی ایسے مقامات ہیں جن کا ایک ایک حصہ بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مقدس یادگاریں ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک بجائے خود زندہ خدا کے زندہ نشانات میں سے ہیں۔ ان مقامات سے جدا کیا جانا درویشوں کی حفاظت نہیں بلکہ موت ہے۔ کیونکہ ان کی خدمت و آبادی ہی تو درویشان کا سرمایۂ حیات ہے۔ پھر جس مقدس ایریا کی مساجد ہر وقت ذکرِ الٰہی سے معمور رہیں، جس کے سفید منارہ کی بلندیوں سے پنجگانہ نمازوں کے وقت اذان کی صدا گونجتی رہی، اور چوبیس سالہ زمانہ درویشی میں ایک وقت بھی یہ سلسلہ منقطع نہ ہوا۔ اسی طرح بہشتی مقبرہ کی صفائی، صلحاء کی قبور اور مقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے مزارِ مبارک کی دیکھ ریکھ، صبح و شام دعاؤں میں انہماک، محلہ احمدیہ کے انخلاء کے ساتھ یہ سب کام کون کرے گا۔ ان سب مقامات کا احمدیوں سے بے آباد ہو جانا ان کے ویران ہو جانے سے کم نہیں۔ اور کون درویش ہے جو جیتے جی ان کا ویرانہ برداشت کر سکتا ہے ــــــ!!

اسی نوعیت کے خیالات نے درویشوں کو نڈھال کر دیا۔ درد مند دل مجسم دعا

(بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

مصلح موعود سے متعلق پُرشوکت آسمانی بشارت

اوائل ۱۸۸۶ء میں چالیس روزہ غیر معمولی عاجزانہ دعاؤں کے نتیجہ میں بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ کی طرف سے جن پُرشوکت اور جلالی الفاظ میں پسرِ موعود کی عظیم الشان بشارت دی گئی ذیل میں اس کا مکمل متن ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے ــــــ (ایڈیٹر)

خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہٗ و عزّ اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا:-

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح و ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل سے ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم۔ اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَأَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

عیدالاضحیہ کے بارہ میں حضور ایدہ اللہ کا اہم فیصلہ

وحدتِ اسلامی کے قیام کا عملاً مظاہرہ

لنڈن ۱۴ فروری۔ ربوہ سے آمدہ اطلاع مظہر ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲۷ صلح کو نمازِ عید پڑھائی اور خطبۂ عید میں علاوہ اور امور کے یہ ارشاد فرمایا کہ:-

میں جیسے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے جماعت احمدیہ کا امام بنایا ہے یہ اعلان کرتا ہوں کہ آئندہ ساری دنیا کی تمام احمدی جماعتیں جہاں تک ممکن ہو سکے گا مکہ معظمہ کی عید کے ساتھ یہ عیدیں منایا کریں گی۔ چونکہ دن اور رات کا تعلق طلوعِ شمس سے ہے اور خدا نے قانونِ قدرت ایسا بنایا ہے کہ عموماً ہم ہر جگہ ایک ہی وقت میں

(باقی صفحہ ۳۱ پر)

خطبہ جمعہ

شریعتِ محمدیہ کے احکام انسان کے تمام اعمال، اجزاء پر کامل اور مکمل طور پر حاوی ہیں

جو شخص خدا سے پختہ تعلق قائم کر لیتا ہے اسے ایک روشنی عطا کی جاتی ہے اور وہ ہر قسم کے خطرہ اور نقصان سے محفوظ ہو جاتا ہے

سورۂ جنّ کی ایک آیت کی نہایت لطیف اور پُر معارف تفسیر

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۱۹ رنبوّت ۱۳۵۰ ہش (۱۹ر نومبر ۱۹۷۱ء) بمقام مسجد مبارک ربوہ۔

تشہّد و تعوذ اور پھر سورہ فاتحہ کے ساتھ حضور نے یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی:-

وَ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًا ۙ" (سورہ جنّ آیۃ ۱۴)

اس کے بعد فرمایا:-

"سورۂ جن کی اس آیت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ (جس گروہ کے لوگوں کا وہاں ذکر ہے) انہوں نے واپس جاکر اپنے ساتھیوں سے یہ کہا کہ ہم نے ایک کامل ہدایت اور شریعت کو سُنا اور ہم اُس پر ایمان لے آئے ہیں۔

ایمان کا لفظ

عربی زبان میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس حصّہ آیت میں ایمان کے لفظ کا تعلق صرف زبان کے اقرار سے ہے۔ مفرداتِ راغب میں ہے کہ:-

"الایمان یستعمل تارۃً اسمًا للشریعۃ التی جاء بہ محمدٌ علیہ الصّلوٰۃ والسلام ...... و یوصف بہ کلّ من دخل فی شریعتہٖ مُقِرًّا باللّٰہ وَبنبوّتہٖ"

یعنی ایمان کا لفظ کبھی عربی زبان میں اقرار باللسان کے معنوں میں بھی آتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اسلامی محاورہ میں۔ کیونکہ عربی زبان پر قرآنِ کریم کی زبان کا بڑا اثر ہوا ہے۔ گو وہ پہلے بھی بڑی اچھی اور بہترین زبان تھی لیکن قرآنِ کریم کی وحی کی عربی نے عربی زبان پر بڑا اثر کیا ہے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ جب ہم مصر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ گاڑی میں سفر کرتے ہوئے ایک نوجوان ہم سفر ہر بات میں قرآنِ کریم کی آیات کا کوئی نہ کوئی ٹکڑا استعمال کرتا تھا۔ چنانچہ میری طبیعت پر یہ اثر تھا کہ یہ نوجوان قرآنِ کریم سے بڑی محبت رکھتا ہے اس لئے اُسے قرآنِ کریم ازبر ہے۔ خیر ہم باتیں کرتے رہے۔ کوئی گھنٹے دو گھنٹے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ عیسائی ہے۔ مَیں نے اسے کہا کہ تم عیسائی ہو مگر قرآنِ کریم کی آیات کے فقرے کے فقرے استعمال کرتے ہو۔ وہ کہنے لگا مَیں عیسائی تو ہوں لیکن قرآنِ کریم کی عربی سے ہم بچ نہیں سکتے۔ یہ ہمارے ذہنوں اور زبان پر بڑا اثر کرتی ہے۔

پس قرآنِ کریم کی عربی یا قرآنِ کریم کی اصطلاح میں امام راغب کے نزدیک ایمان کے کبھی یہ معنے ہوتے ہیں کہ زبان سے اس بات کا اقرار کیا جائے یعنی آدمی یہ کہے کہ مَیں شریعتِ محمدیہؐ کو قبول کرتا ہوں اور اس اللہ پر ایمان لاتا ہوں جسے قرآن کریم اور اسلام نے پیش کیا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا زبان سے اقرار کرتا ہوں۔ ایسا آدمی مومن ہو جاتا ہے۔ اس آیت کے پہلے فقرے میں ایمان کا لفظ اسی معنے میں استعمال ہوا ہے کہ ہم نے اس شریعت اور ہدایت کو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو رہی ہے اُس کو سُنا اور اُس پر ایمان لے آئے۔

اس آیت کے دوسرے ٹکڑے میں ایمان کا لفظ ایک اور معنے میں استعمال ہوا ہے اور وہ اس معنے میں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کبھی اپنے بندے کی مدح کرتا ہے یعنی اس کی صفت بیان کرتا ہے اور کبھی اس کو اس بات پر جوش دلاتا ہے کہ تمہیں ایمان کے تقاضوں کو پُورا کرنا چاہیئے اور اس معنے میں ایمان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زبان سے اقرار کرنا اور دل سے (اپنے اقرار کے مطابق)

شریعتِ محمدیہؐ

یعنی اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقتاً وہی سمجھنا جو قرآن کریم نے بیان کیا ہے اور جس کا زبان سے اقرار کیا گیا ہے۔ اور یہ دل سے سمجھنا یعنی یہ نہ ہو کہ زبان پر کچھ ہو اور دل میں کچھ اور ہو اور پھر بے عمل نہیں رہنا کیونکہ انسان کے سارے اعضاء پر اسلامی شریعت حاوی ہے۔ شریعت کے کسی حکم کا تعلق اس کی آنکھ سے ہے اور کسی کا تعلق اس کی زبان سے ہے جب کہ وہ بول رہی ہوتی ہے اور کسی حکم کا تعلق اس کی زبان سے ہے جبکہ وہ چکھ رہی ہوتی ہے۔ مثلاً فرمایا سُوٴر نہیں کھانا یا فرمایا کہ خون نہیں کھانا، اب یہ اس زبان سے تعلق نہیں رکھتا جو بول رہی ہوتی ہے۔ بلکہ اس کا اس زبان سے تعلق ہے جو چکھ رہی ہوتی ہے۔ کسی حکم کا تعلق انسان کے کان سے ہے اور کسی حکم کا تعلق اس کے دماغ سے ہے۔ یعنی کسی کے متعلق بُرائی سوچنی بھی نہیں۔ یہ امر اس کے دماغ سے تعلّق رکھتا ہے۔ دماغ بھی جسم کا ایک حصہ ہے۔ اسی طرح انسانی جسم کے مختلف حصّوں مثلاً اس کی ٹانگوں پر، اس کے ہاتھوں پر یا اس کی انگلیوں پر شرعی احکام کا اطلاق ہوتا ہے انگلیوں کے متعلق مثلاً یہ حکم ہے کہ کوئی چیز تولتے وقت انگلی کو تھوڑا سا خم دے کر کچھ واپس نہیں لے لینا۔ اور یہ حکم دکانداروں کے لئے ہے۔ کئی دکاندار ایسا گناہ بھی کر جاتے ہیں۔ پھر انگلی کے ساتھ تعلق رکھنے والا ایک حکم یہ بھی ہے کہ کسی کے دل دُکھانے والی بات اپنے قلم سے نہیں لکھنی۔

پس شریعتِ محمدیہ کے سارے احکام کامل اور مکمل طور پر انسان کے تمام اجزاء اور اس کے اعمال پر حاوی ہیں۔ انسان کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ یہ کرنا ہے اور یہ نہیں کرنا۔

غرض انسان کے جو اعمال ہیں، جن کے بجالانے کی اللہ تعالیٰ نے اُسے طاقت دی ہے وہ بھی گواہی دیں کہ دل نے واقعی تصدیق کی ہے اور زبان نے جو اقرار کیا ہے وہ منافقانہ اقرار نہیں ہے۔ وہ احمقانہ اقرار نہیں ہے۔ وہ مصلحت بینی کے نتیجہ میں اقرار نہیں ہے بلکہ انسان نے ایک حقیقت کو دیکھا، پرکھا، سچا پایا اور اس کا اقرار کیا۔ اور دل نے اس کی تصدیق کی۔ اور پھر انسان سر سے لیکر پاؤں تک اس پر قربان ہو گیا۔ یہ ایمان ہے۔ اس آیت کے دوسرے حصّے میں اسی معنے میں ایمان کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً یہ ایمان ہے کہ روزے رکھو۔ روزوں کا مہینہ اب ختم ہو رہا ہے۔ لوگوں نے روزے رکھے، سوائے بیمار اور معذوروں کے۔ جو لوگ بیماری اور معذوری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے۔ افسوس تو وہ بھی کرتے ہیں، دُکھ وہ بھی اٹھاتے ہیں۔ جو لوگ روزہ رکھتے ہیں وہ بھوک کا دُکھ اٹھاتے ہیں۔ اور جو روزہ نہیں رکھتے بوجہ معذوری، وہ روزہ نہ رکھنے کا جو طبیعت میں ایک دُکھ پیدا ہوتا ہے، وہ اُسے برداشت کر رہے ہوتے ہیں۔ غرض دونوں تکلیف میں سے گذر رہے ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہ جس نے روزہ نہیں رکھا (درآنحالیکہ وہ مومن ہے اور اس کی نیّت بھی ہے) اُس نے روزے کا جسمانی اور ظاہری دُکھ نہیں اٹھایا۔ ایک ظاہری تکلیف تو ہے جو روزے دار خُدا کی خاطر اٹھاتے ہیں۔ لیکن جو بیماری اور معذوری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ [illegible] شاید اُس نے زیادہ دُکھ اٹھایا اور اگر زیادہ اٹھایا تو شاید وہ ثواب کا بھی زیادہ [illegible] واللّٰہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ ثواب دیتا ہے۔ ہم تو اس کے اُوپر کوئی حکم نہیں لگا سکتے۔

پس فرمایا کہ جو شخص دُوسرے حصّہ آیت میں بیان کردہ ایمان کے مطابق اپنے رب پر ایمان لایا اور رب پر ایمان لانے کے مفہوم کے اندر حقیقتاً شریعتِ محمدیہ پر ایمان اور اللہ تعالےٰ کی تمام صفات پر ایمان اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت پر ایمان آجاتا ہے۔ کیونکہ

رب کے معنے

ہیں پیدا کرکے درجہ بدرجہ اور تدریجاً ترقی دینے والا۔ یعنی وہ ہستی جو نشو و نما دیکر انسان کو ترقی کے مدارج طے کرواتی ہے۔

جیسا کہ بڑی وضاحت اور تشریح کے ساتھ دوسری جگہ بیان ہوا ہے کہ انسان کو روحانی طور پر ترقیات کی منازل میں سے گذار کر آدمؑ، پھر نوحؑ، پھر موسیٰؑ اور پھر سینکڑوں اور جو شارع نبی ہوئے ہیں علیہم السلام۔ اُن کے زمانے میں انسان کی روحانیت درجہ بدرجہ ترقی کر رہی تھی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ انسان کو اس ترقی کے مقام پر لے آیا کہ وہ کامل اور مکمل شریعت کا حامل بن سکتا تھا۔ ربوبیت کے معنے ہیں یہ بات آتی ہے کہ اگر انسان ترقی کرے (اور عقل اور تاریخ کہتی ہے کہ انسانیت نے ترقی کی) اور کسی ایک منزل پر جاکر آگے رہنمائی کے لئے اگر کوئی نور آسمان سے نازل نہ ہو۔ کوئی نئی شریعت نہ آئے کہ اس کے نئے تقاضوں کو اور بڑھی ہوئی طاقتوں اور ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہو تو گویا اس کو ربّ پر ایمان نہیں ہے۔ وہ تو سمجھے گا کہ رب ہے ہی نہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔

غرض رب پر ایمان دراصل وہی ہے جس کا الحمد للہ رب العلمین میں ذکر کیا گیا ہے کہ ساری تعریف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتی ہے اور اسی سے ہر تعریف کا منبع پھوٹتا ہے۔ انسان کی جب درست تعریف ہو تو اُسے سمجھنا چاہیئے کہ اُسے حمد کا جو مقام ملا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی نگاہ میں کوئی شخص مغضوب اور ملعون اور دھتکارا ہوا ہو تو دنیا کی طاقتیں اُسے حقیقی عزت نہیں پہنچا سکتیں۔ یہ تو ایک دھوکا ہے، سراب ہے۔ کئی لوگ بہک جاتے ہیں۔ کئی بچ جاتے ہیں۔ لیکن بہر حال حقیقی عزت اور تعریف کا استحقاق خدا تعالیٰ کی محبت اور پیار اور رحمت کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ ورنہ حمد کا اور تعریف کا استحقاق پیدا ہی نہیں ہوتا۔ سب دھوکا اور سراب ہے۔ اس لئے فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے رب پر ایمان لاتا ہے "فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَھَقًا" اس کو نہ بخس کا کوئی خوف رہتا ہے اور نہ رہق کا کوئی خوف رہتا ہے۔

بخس کے معنے

ہیں ظلم کرکے کسی کو نقصان پہنچانا۔ جو شخص مومن ہوتا ہے اس کو یہ خوف نہیں ہوتا کہ اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور جس طرح دوسرے مذاہب کا عقیدہ ہے کہ ایک دفعہ جنت میں لے جائے جانے کے بعد پھر جنت سے نکال دیا جائے گا۔ شریعت محمدیہ پر ایمان لانے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے نتیجہ میں وہ جنت نہیں ملتی جس سے انسان نکالا جاتا اور دھتکار دیا جاتا ہے اور اُسے یہ کہا جاتا ہے کہ پھر از سر نو کوشش کرو اگر تم مستحق ٹھہرے تو تمہیں جنت مل جائے گی۔

پس اگر عارضی جنت کا عقیدہ درست ہو تو پھر یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ انسانی فطرت یہ کہتی ہے کہ اس پر ظلم ہوگیا۔ کیونکہ انسان کی طاقتیں محدود تھیں اور اُسے محدود زمانہ دیا گیا۔ اگر تو غیر محدود زمانہ دیا جاتا تو پھر غیر محدود عمل ممکن ہوتے اور غیر محدود جنت مل جاتی اور آپس میں CLASH (کلیش) ہو جاتا کیونکہ دو غیر محدود تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے سر ٹکرا دینے تھے جو عقلاً درست نہیں ہے۔ مضمون دقیق ہے مگر جو سمجھنے والے ہیں وہ سمجھ جائیں گے۔ دو غیر محدود ایک دوسرے کا نتیجہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ نتیجہ انتہا ہوتا ہے۔ غیر محدود ابتلاء اور امتحان کا زمانہ اور غیر محدود جزاء اور جنت۔ یہ بات عقل میں نہیں آتی۔

پس اگر غیر محدود جنتیں ہیں جن کی انتہا کوئی نہیں تو عمل محدود ہی ہونے تھے۔ اور جنت غیر محدود ہوگی۔ رحمتِ الٰہی غیر محدود ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ" (الاعراف ۱۵۷)

خدا تعالیٰ کی رحمت کے مقابلے میں زمانہ کیا چیز ہے۔ یہ تو اس کی ایک پیداوار ہے لیکن اس کی رحمت کی موجیں تو اس کی ہر پیداوار کے اُوپر سے گذر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ہر چیز اور ہر مخلوق کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

[illegible] اور ہماری شریعت ہر دو ہمیں یہی کہتی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی رحمت ہر چیز کے اُوپر حاوی ہے۔ اس واسطے کہ اگر ہماری فطرت یہ نہ کہتی تو محدود عمل کی غیر محدود جزاء کی توقع اور اُمید ہم کیسے رکھتے۔ خدا تعالیٰ نے ہماری فطرت کے اندر یہ ڈالا ہے کہ یہ تو ٹھیک ہے تمہیں تھوڑی عمر دی گئی ہے، تمہیں تھوڑے وسائل دیئے گئے ہیں لیکن تمہیں ایک بشارت دے دیتے ہیں کہ اگر تم اپنی اس تھوڑی زندگی میں، اس چھوٹی زندگی میں، خلوصِ نیت کے ساتھ اور کامل توحید پر قائم ہو کر اور شرک کے ہر پہلو سے بچتے ہوئے محدود عمل کروگے تو تمہیں غیر محدود جزاء مل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں بھی یہی رکھا ہے اور شریعت سے بھی یہی کہلوایا ہے۔

پس یہ

اسلامی شریعت

ایسی شریعت ہے کہ جو آدمی اس پر ایمان لاتا ہے اُسے یہ خطرہ لاحق نہیں ہوتا کہ اس پر ظلم ہوگا۔ اور وہ گھاٹے اور نقصان میں رہے گا۔

قرآن کریم نے مختلف پہلوؤں سے اس مضمون پر روشنی ڈالی ہے اور بڑے پیارے رنگ میں روشنی ڈالی ہے۔ قرآن کریم نے ظلم کے متعلق تو یہ اعلان کر دیا:-

"وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ" (قٓ: ۳۰)

اور اس قسم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔ تو اس سے انسان کی تسلی ہو جاتی ہے۔

پھر فرمایا:-

"فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا کُفْرَانَ لِسَعْیِهٖ وَاِنَّا لَهٗ کٰتِبُوْنَ" (الانبیاء: ۹۵)

کہ جو ایمان لائے گا اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کرے گا اور عملِ صالح بجا لائے گا نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ تو

"فلا کفران لسعیہ"

اس کی کوشش اور اس کے عمل بوجہ انسان ہونے کے اگر ناقص رہ جائیں گے تب بھی رد نہیں کئے جائیں گے۔ فلا کفران لسعیہ میں یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری سعی قابلِ قبول ہوگی رد نہیں کی جائے گی۔ بلکہ فرمایا کہ جو شخص اعمالِ صالحہ بجا لائے گا اور وہ مومن ہوگا اور ایمان کے جملہ تقاضوں کو پورا کرے گا تو "فلا کفران لسعیہ" اس کو ہم یہ تسلی دیتے ہیں کہ بشری کمزوری کے نتیجہ میں اگر اس کے اعمال میں کوئی کمی اور نقص رہ جائے گا تب بھی اس کے اعمال رد نہیں کئے جائیں گے۔ وہ قبول کرلئے جائیں گے۔ اب یہ کتنا بڑا وعدہ ہے جو فلا یخاف بخسًا میں انسان کو دیا گیا ہے۔

پھر فرمایا

"وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰی" (الکہف: ۸۹)

یعنی جو ایمان لایا اور مناسب حال اعمال بجا لایا اُسے بہترین جزا دی جائے گی۔ کسی جگہ فرمایا عشر امثالھا دس گنا زیادہ دی جائے گی۔ اس طرح پھر ظلم کا تو کوئی سوال ہی نہیں رہتا۔ رحمت ہی رحمت ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہی ہے۔ انسان کا تھوڑا سا عمل ہوتا ہے اور اُسے بہت بڑی جزا مل جاتی ہے۔

اَب اجتماعی طور پر دیکھیں کہ

جماعت احمدیہ

خدا تعالیٰ کی راہ کے مالی میدان میں مجموعی لحاظ سے کیا خرچ کر رہی ہے۔ یہیں سے مالی لحاظ سے ہمارا عمل شروع ہوتا ہے۔ اس کے لئے ذرائع اور وسائل اکٹھے کئے جاتے ہیں لیکن اس کے مقابلے میں اتنے زبردست نتائج نکل رہے ہیں کہ میں تو جب سوچتا ہوں تو میری عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ جماعت احمدیہ اور غلبۂ اسلام کے حق میں اس وقت جو ایک انقلاب بپا ہو رہا ہے۔ اُسے میں کس طرح اپنی کوششوں کی طرف منسوب کر دوں۔ ہر دو میں کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ ہماری کوشش بہت تھوڑی سی ہوتی ہے لیکن نتائج بڑے زبردست نکل رہے ہیں۔ اسی لئے میں آپ کو بار بار توجہ دلا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا کریں۔ کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے وہی اس کی مزید رحمتوں کا مستحق بنتا ہے۔

پس لا یخاف بخسًا کی رُو سے بہترین جزا ملے گی۔ عمل ردّ نہیں کئے جائیں گے۔ ذرا ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اسلامی شریعت پر ایمان لانے کے نتیجہ میں جو آدمی ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے، نہ اس کو نقصان کا کوئی خطرہ ہوتا ہے اور نہ ظلم کا کوئی خطرہ ہوتا ہے بلکہ ایک نیک عمل کے بدلے میں دس، ایک کے بدلے میں شاید دو سو، ایک کے بدلے میں شاید دو ہزار، ایک کے بدلے میں شاید دو کروڑ یا دو ارب گنا زیادہ بلکہ شاید اَن گنت جزا ملے گی۔ کیونکہ اگر جزا اَن گنت نہ ہوگی تو جنتیں ہمیشہ کے لئے کیسے بن جائیں گی۔ تو فرمایا لا یخاف بخسًا جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ایمان لایا اور قرآن کریم نے جس رنگ میں اللہ تعالیٰ کو پیش کیا ہے اس رنگ میں اس کی ہستی پر اور

اس کی صفات پر ایمان لایا اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو پہچانا اور جس نے محبت اور عشق میں ایک نئی زندگی حاصل کر کے خلوصِ نیت کے ساتھ خدا کی راہ میں کچھ کیا اور اگر بشری کمزوریوں کے نتیجہ میں وہ عمل ناقص تھا تب بھی ناقص جزا نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں بھی اتنی بڑی جزا ہے کہ وہ ہمارے ذہن میں سما نہیں سکتی۔

پھر فرمایا وَلَا رَهَقًا اس کو رھق کا بھی خوف نہیں ہوگا۔ (میں نے آج منجد دیکھی تھی۔ اس میں) رھق کے چار معنے بتائے گئے ہیں اور وہ چاروں معنے تفسیری لحاظ سے یہاں لگتے ہیں۔

رھق کے ایک معنے اَلْاِثْم یعنی گناہ کے ہیں۔ اگر شریعت کامل نہ ہو۔ وہ بعض حصوں کو لے اور بعض حصوں کو نہ لے جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض حصوں کے متعلق ہدایت دے اور بعض حصوں کو انسان پر چھوڑ دے تب بھی گناہ کا خطرہ رہتا ہے کہ جو اس نے فیصلہ کیا ہے وہ درست نہیں ہے۔

مگر یہاں فرمایا کہ شریعتِ محمدیہ پر ایمان لانے والے کو (اگر وہ اس پر کاربند ہوتا ہے) اثم کا کوئی خطرہ نہیں رہتا اس لئے کہ یہ شریعت کامل اور مکمل ہے اس لئے کہ یہ شریعت خیر محض ہے۔ قرآن کریم کے ایک لفظ "خیر" میں شریعتِ محمدیہ کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ قرآنِ کریم میں آتا ہے :-

"مَاذَا اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْا خَيْرًا" (النحل : ۳۱)

شریعتِ محمدیہ بھلائی ہی بھلائی ہے۔ اس واسطے اِثم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر

اِنسان کی فطرت

بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اور انسانی فطرت کو نیک اور بد میں تمیز کرنے کی توفیق بھی اسی نے عطا فرمائی ہے۔ انسانی فطرت (اور اس سے میری مراد وہ فطرت ہے جو مسخ نہ ہو چکی ہو) کسی چیز کو بد قرار نہیں دے گی جسے شریعتِ محمدیہ نے بد قرار نہ دیا ہو اور انسانی فطرت کسی چیز کو نیکی اور بھلائی اور ثواب کا موجب قرار نہیں دے گی کہ جس کا حکم شریعتِ محمدیہ میں نہ ہو۔ کیونکہ خود قرآن کریم فرماتا ہے :-

"فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا" (الروم : ۳۱)

خدا تعالیٰ نے انسانی فطرت کو پیدا کیا ہے۔ یہ اس کا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ایک کامل شریعت کے رنگ میں اپنی وحی کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے۔ اور یہ اس کا قول ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فعل اور اس کے قول میں تضاد نہیں ہوا کرتا۔

پس فطرت جن چیزوں کو نیکی کی باتیں قرار دیتی ہے، انہی باتوں کا قرآنِ کریم حکم دیتا ہے۔ اِس واسطے "اثم" کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور نہ یہ خوف پیدا ہوتا ہے کہ کہیں فطرت کا وحی کے ساتھ تصادم نہ ہو جائے۔ اِس قسم کا کوئی خوف نہیں ہوتا کیونکہ جس خدا نے فطرت کو پیدا کیا ہے اسی نے وحی کو نازل فرمایا ہے۔ اسی واسطے مومنوں کی یہ تعریف بیان کی گئی ہے کہ :-

"يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"

(آل عمران : ۱۰۵)

رھق کے دوسرے معنے خفۃ العقل کے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کو کم عقلی کا کوئی خوف نہیں ہوگا۔

یعنی قرآن کریم نے یہ اعلان کیا ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ گے تو علاوہ اور بہت سے

رُوحانی فوائد

کے، تمہیں ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ تمہاری عقلوں کو جلا ملے گی۔ نیز الہام کے بغیر عقل کو جلا نہیں مل سکتی۔ اور پھر الہام اور وحی بھی وہ جو کامل شکل میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم جیسے کامل وجود پر نازل ہوئی اور جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔

غرض فلا یخاف رھقًا میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان کو کم عقلی کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ اگر وہ قرآنِ کریم پر غور کریگا، فکر کرے گا اور تدبّر کرے گا (جس کی طرف قرآن میں بار بار توجّہ دلائی گئی ہے) تو اس کی عقل اس نہج پر نشو و نما پائے گی کہ دنیوی میدان میں بھی، دُنیا کے مسائل میں بھی اگر انسان فکر اور تدبر کرے گا تو صحیح نتیجہ پر پہنچ جائے گا۔ ویسے یہ عقل جو ہے اس کا تو یہ حال ہے کہ بڑے بڑے عقلمند کہلانے والے سوچتے اور غور تو کرتے ہیں مگر بسا اوقات غلط نتائج پر پہنچ جاتے ہیں۔ بڑے بڑے چوٹی کے ماہرین آج ایک بات کہتے ہیں اور دس سال بعد ان سے بھی بڑا عقل کا ایک اَور دعویدار کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ بالکل بے وقوفی کی باتیں کر گئے ہیں اور یہ بات ہر سائنس میں ہمارے مشاہدہ میں آتی ہے۔ لیکن قرآن کریم کے اصول پر جس عقل کو جس دماغ کو سوچنے اور قرآن کریم کی بتائی ہوئی نہج پر غور کرنے کی عادت پڑ جائے اس کے لئے دنیا میں بھی ٹھوکر کھانے کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔ ویسے انسان انسان ہے۔ وہ ٹھوکر تو کھائے گا لیکن دوسروں کی نسبت خطرہ کم ہو جائے گا۔

بہر حال

قرآن کریم کی شریعت

عقل کو جلا دینے والی ہے۔ اگر کسی نے ٹھوکر کھائی ہے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ قرآن کریم ذمہ دار نہیں ہے۔ اس نے خود کہیں نہ کہیں قرآنِ کریم کے طریق کو چھوڑا اور اس کے نتیجہ میں ٹھوکر کھائی ہے۔

رھق کے تیسرے معنے جہالت اور کم علمی کے ہیں۔ لایخاف رھقًا میں قرآن کریم کے متعلق یہ اعلان ہوگیا کہ یہ علم کا نہ ختم ہونے والا سمندر ہے۔ اور جب یہ انسان کے ہاتھ میں آجاتا ہے تو پھر اس کو جہالت اور کم علمی کا خوف کیسے ہوگا۔ ہر زمانہ اور ہر ملک کو اِس طرف توجّہ دلائی کہ زمان و مکان کے بدلے ہوئے اور مختلف حالات میں یہ قرآنِ عظیم تمہاری کامل رہبری کے لئے کافی ہے۔ آب و ہوا کے لحاظ سے غذائیں مختلف ہوگئیں پھر مختلف غذاؤں کے نتیجہ میں انسان پر اُن کے اثرات مختلف ہوگئے۔ اور اس کے نتیجہ میں بعض جگہ بعض اخلاق کی نگرانی کی زیادہ ضرورت پڑ گئی اور بعض اخلاق کی طرف (بعض دوسرے اخلاق کی نسبت) زیادہ توجّہ دے کر ان کی نشو و نما کی ضرورت پڑ گئی اور اِس طرح ملک ملک میں فرق آجائے گا۔ پھر زمانہ ہے، وہ تو واضح ہے کہ جو

آج کے مسائل

ہیں وہ سو سال پہلے کے مسائل نہیں۔ اور جو آج کے مسائل ہیں وہ ہزار سال بعد کے مسائل نہیں ہوں گے۔

پس ولا رھقًا میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خواہ تم کسی بھی ملک سے تعلق رکھتے ہو یا کسی بھی زمانہ میں پیدا ہوئے ہو، قرآن کریم کی شریعت پر عمل کر کے کم علمی کے نتیجہ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ قرآن کریم تو تمہارے سامنے علم کا ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔ تم مطہّر بنو قرآن کریم کے علمی خزانوں کی چابیاں تمہارے ہاتھ میں دے دی جائیں گی۔ پھر تم اس سے فائدہ اٹھانا۔ تمہیں جہالت کا کوئی خوف نہیں ہوگا۔

ویسے انسان تو بڑا عاجز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ میں نے اپنے اس مختصر سے زمانۂ خلافت میں دو دفعہ باہر کے دورے کئے ہیں۔ ان دونوں موقعوں پر عیسائی پادری اور دوسرے صحافی ملاقاتوں اور پریس کانفرنسوں میں سوال کرتے تھے جن میں بعض سوال ایسے بھی ہوتے تھے کہ نہ آپ نے پہلے کبھی سُنے اور نہ میں نے سُنے ہوتے۔ اور میرے ساتھی بھی گھبرا جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خود ہی ایسا جواب سکھا دیتا تھا کہ جسے سُن کر وہ خاموش ہو جاتے تھے۔ بعض دفعہ بول بھی نہیں سکتے تھے۔ مثلاً پہلی دفعہ ۱۹۶۷ء میں جب میں نے یورپ کا دورہ کیا اُس وقت عرب اسرائیل جنگ ابھی تازہ تازہ ہو کر ختم ہوئی تھی۔ اور یورپ میں مسلمانوں کے خلاف بڑا تعصب پایا جاتا تھا۔ یہودیوں نے

اِسلام اور مسلمانوں کے خلاف

بُرا پروپیگنڈہ کیا تھا۔ چنانچہ ہالینڈ میں ایک پریس کانفرنس کے دوران ایک کیتھولک نوجوان صحافی سوال کرنے لگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ وہ میرے ساتھ بات بڑے احترام سے کرتے تھے۔ ویسے تو وہ آزاد ہیں وہ اپنے بڑے بڑے لوگوں کو کچھ نہیں سمجھتے۔ میں تو الحمد للہ پڑھتا تھا۔ کیونکہ ایک عاجز انسان ہوں۔ بہر حال وہ بڑے ادب سے بات کرتے تھے۔ اس صحافی نے بھی بات تو بڑے ادب سے کی لیکن اس کی آنکھوں میں شوخی تھی۔ اُس نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ ہمارے ملک یعنی ہالینڈ میں آپ اس وقت تک کتنے لوگوں کو مسلمان بنا چکے ہیں)۔ وہ سمجھتا تھا کہ میں یہ جواب دوں گا کہ چند درجن۔ تو اس [illegible] سارے صحافیوں پر جو یہاں بیٹھے ہیں یہ اثر پڑے گا کہ یہ تو کوئی کامیابی نہیں، اتنے بڑے ملک میں جہاں ملینز کی آبادی ہے اس میں چند درجن لوگ اگر مسلمان بن گئے ہیں) تو کیا ہے۔ اب یہ پہلی دفعہ سوال سُنا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے سوال کا جواب [illegible] دل میں ڈالتا تھا۔ چنانچہ اسی وقت خدا تعالیٰ نے [illegible] سوال کا جواب سکھایا۔ میں نے اس سے کہا کہ جتنا عرصہ حضرت مسیح علیہ السلام اس دُنیا میں رہے اور

اس عرصہ کی تعیین میں میرا اور تمہارا اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن جتنا عرصہ بھی وہ اس دُنیا میں رہے ساری عمر میں انہوں نے جتنے عیسائی بنائے تھے اس سے زیادہ ہم تمہارے ملک میں مسلمان بنا چکے ہیں۔ اس پر وہ ایسا خاموش ہُوا کہ پھر اس نے مجھ سے سوال کرنا ہی چھوڑ دیا۔ حالانکہ مَیں نے کہا بھی کہ اور سوال کرو۔ میری دلچسپی قائم ہے۔ اب یہ کہ اچانک سوال ہو اور پھر یہ جواب آجائے یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ بعض دفعہ پتہ ہی نہیں ہوتا تھا کہ کیا جواب دے رہا ہوں دماغ جواب دے رہا ہوتا تھا اور انسان الحمد للہ پڑھ رہا ہوتا تھا۔

پس دراصل

حقیقی عِلم کا منبع

اور سرچشمہ اللہ تعالےٰ کی ذات ہے اور اس منبع سے یہ کتاب (یعنی قرآن کریم) اس دعوے کے ساتھ نازل کی گئی ہے کہ یہ قیامت تک کے مسائل کو حل کرے گی۔ اس نے قیامت تک کے مسائل کو حل کر دیا ہے۔ ہمیں اس پر بھی ایمان لانا چاہیئے۔ اب لوگ اس حقیقت کے بھی قائل ہو رہے ہیں۔ البتہ جو بھٹکتے ہیں وہ کہاں مانتے ہیں۔ دراصل آج کل کے عقلمند نے اس دُنیا کو مصیبت میں ڈالا ہُوا ہے۔ جتنا آج کا عقلمند خود کو دُنیا کی نظر میں ملعون بنا چکا ہے کسی زمانہ میں بھی "عقلمند" پر خود انسان نے اتنی لعنت کبھی نہیں بھیجی۔ یہ عجیب عقلمندی ہے اور تہذیب میں ترقی ہے کہ جس کی وجہ سے انسانیت کی جان خطرے میں پڑ گئی ہے۔ اس سے پہلے تو پانچ انسانوں کی جان خطرے میں ہوتی تھی یا پانچ ہزار انسانوں کی جان خطرے میں ہوتی تھی یا پانچ لاکھ انسانوں کی جان خطرے میں ہوتی تھی یا پانچ ملین انسانوں کی جان خطرے میں ہوتی تھی۔ مگر اب تہذیب میں کیا آگے بڑھے کہ تمام بنی نوع انسان کی جان خطرے میں ہے، اتنی عقل تیز ہوئی۔ اُس عقل پر لعنت ہے جس کی تیزی نے اس دنیا میں

انسانیت کو مٹانے

کی سکیمیں بنا لی ہیں۔ لیکن جہالت، سفاہت اور حُمق کے مقابلے کے لئے جو علم اور فراست اور ظلمات کو دُور کرنے کے لئے نور قرآن کریم سے حاصل کیا جا سکتا ہے، وہ حقیقی بھی ہے اور نہ ختم ہونے والا بھی ہے۔ کسی وقت بھی یہ خطرہ نہیں کہ عقل آگے بڑھ گئی ہے۔ اب انسان کو وحی اور الہام کی ضرورت نہیں رہی۔ کئی فلسفی لوگ ہیں جن میں سے بعض نے مسلمانوں کو بھی بڑا متاثر کیا ہے لیکن ہم ایسی ہزارہا مثالیں دے سکتے ہیں کہ جہاں عقل نے مذہب کے رشتے توڑ کر اندھیری کھائی میں چھلانگ لگائی ہے۔ اور وہ انسانوں کو روشنیوں کی طرف لے کر نہیں گئی۔

پس اللہ تعالےٰ نے فرمایا ولا رھقًا اپنے رب پر ایمان لانے والا اور ایمانی تقاضوں کو پُورا کرکے اپنی زندگی کو اُسوۂ محمدی میں ڈھالنے والا اور شریعت محمدیہ پر عمل کرنے والا انسان ولا رھقًا کا مصداق ہے۔ اُسے کسی جہالت یا سفاہت یا حماقت کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کیونکہ روشنی کا ایک مینار اس کے پاس لاکر کھڑا کر دیا گیا ہے۔ نور کے ایک سرچشمے سے اس کا تعلق قائم کر دیا گیا ہے۔ جس شخص کا تعلق حقیقی طور پر اور سچے معنوں میں نور کے سرچشمے سے قائم کر دیا جاتا ہے اُس کو اندھیرے سے کیا خوف ہو سکتا ہے۔

رھق کے چوتھے معنے یہ ہیں کہ اسلامی شریعت اتنی حسین ہے کہ تم کسی حالت میں بھی کیوں نہ ہو، وہ تمہارے لئے تکلیف ما لا یُطاق پیدا نہیں کرتی۔ کیونکہ رھق کے چوتھے معنے منجد میں یہ لکھے ہیں:-

"حمل المرءِ علیٰ ما لا یطیقہ"

یعنی کسی شخص پر ایسا بوجھ ڈالنا کہ جسے وہ برداشت نہ کرسکے۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے، بار بار دُہرانے کی ضرورت نہیں آپ سمجھتے ہیں کہ اس میں ہر انسان مخاطب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے انسان کو بھی مخاطب کیا ہے۔ ہمیں بھی مخاطب کیا ہے اور ہم سے ایک ہزار سال بعد اگر دُنیا رہی تو اس وقت کے انسان کو بھی قرآن کریم مخاطب کرکے یہی کہے گا

"لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا" (البقرہ: ۲۸۷)

کہ تمہاری وسعت کے مطابق تم پر بار ڈالا جائے گا۔ اس میں کسی فلسفہ کی ضرورت نہیں ہے۔

شریعت میں اتنی لچک

ضرور ہونی چاہیئے کہ ہر فرد کی طاقت کے مطابق اس کی ہدایتیں بدلتی چلی جائیں۔ قرآن کریم کے بہت سے احکام میں سے مثلاً روزہ کو لے لو۔ ایک صحت مند بچہ ہے اور نظر آرہا ہے کہ وہ پہلوان بننے والا ہے۔ لیکن دس سال کی عمر میں خدا تعالےٰ نے اُسے فرمایا کہ روزہ نہیں رکھنا۔ کیونکہ ابھی تم میں روزے کی طاقت پیدا نہیں ہوئی۔ اب امریکہ میں جو نئے تجربے کئے گئے ہیں واللہ اعلم کب تک اُن کو صحیح سمجھا جائے گا ان تجربات کی رُو سے اٹھارہ سال کی عُمر تک انسان کھانے کے اعتبار سے بچہ متصوّر ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے غذا کا ایک فارمولا بنایا ہے اور وہ یہ ہے کہ اٹھارہ سال کی عمر تک کا بچہ (کھانے کے لحاظ سے وہ بچہّ ہے) جس وقت جس چیز کی جتنی مقدار میں خواہش کرے وہ اُسے ملنی چاہیئے۔ تب اس کی (جسمانی) صحیح نشوونما ہو سکتی ہے۔ اسی واسطے اٹھارہ سال کی عمر سے کم کے بچوّں کو عادت ڈالنے کے لئے تو کچھ روزے رکھوانے چاہئیں۔ لیکن ایک مہینے کے لگاتار روزے نہیں رکھوانے چاہئیں۔ کیونکہ رمضان کے لئے وہ عمرِ بلوغت نہیں ہے۔ رمضان کا تعلق انسان کی روح سے بھی ہے۔ مثلاً تنویرِ قلب ہوتی ہے۔ رُوح میں روشنی اور بشاشت پیدا ہوتی ہے۔ انسان پر اگر اللہ تعالےٰ کا فضل ہو جائے، تو وہ رُوحانی طور پر ترقی کرکے کہیں سے کہیں جا پہنچتا ہے۔

غرض روزوں کا انسانی جسم پر بھی اثر ہے۔ اخلاق پر بھی اثر ہے۔ مختلف چیزوں پر اثر ہے۔ لیکن جسم پر بھی اثر ہے مگر اٹھارہ سال کے بعد انسانی جسم پر روزے کا اچھا اثر پڑے گا۔ یعنی صحت قائم رہے گی۔ اٹھارہ سال سے کم عمر والا بچہّ خواہ اپنی عمر کے لحاظ سے بہترین صحت میں ہو۔ مثلاً دس سال کا بچہّ ہے یا آٹھ سال کا بچہّ ہے اور پورا صحت مند ہے۔ اس کی آنکھوں میں چمک ہے اور فراست ہے اور طاقت کے آثار ہیں۔ لیکن خدا تعالےٰ اُسے فرماتا ہے کہ تُو روزہ نہ رکھ کیونکہ تیری نشو ونما کا زمانہ ہے، روزے کی بلوغت کے دائرہ میں تُو داخل نہیں ہُوا۔ جب داخل ہو جائے گا تو ٹھیک ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ اسی طرح صحت قائم رکھے تو وہ ساری عمر روزے رکھتا چلا جاتا ہے۔ مگر کئی لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں پچاس سال کی عمر میں روزے کی طاقت نہیں رہتی۔ ڈاکٹر کہتا ہے روزے نہ رکھو۔ کیونکہ کسی کے دل میں تکلیف ہو جاتی ہے کسی کے جگر میں تکلیف ہو جاتی ہے۔ کسی کی ہڈیوں میں تکلیف ہو جاتی ہے کسی کے سینے میں تکلیف ہو جاتی ہے۔ کسی کے اعصاب میں تکلیف ہو جاتی ہے وغیرہ وغیرہ ہزارہا بیماریاں ہیں جو ہزاروں انسانی خطاؤں کے نتیجہ میں انسانی جسم میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ لیکن ایک ایسا بچہّ بھی ہے جس کو اٹھارہ سال کی عمر تک پُوری صحت کے باوجود روزے رکھنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا وہ ستّر سال کی عمر میں بھی آرام سے روزے رکھتا ہے اور اُسے کچھ پتہ ہی نہیں لگتا۔

بہرحال اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لایخاف رھقًا کہ اے انسان! خواہ تیری صحت کیسی ہو! خواہ تیری عمر کتنی ہو! خواہ تیرا ماحول کیسا ہو! تیری طاقت کے خلاف یا تیری طاقت سے بڑھ کر بوجھ تمہارے اُوپر نہیں ڈالا جائے گا۔

پھر مثلاً نماز ہے۔ بڑا زور دیا ہے کہ مسجد میں آکر نماز پڑھو۔ لیکن یہ نہیں کہا کہ ہر فرد کے لئے مسجد میں آکر نماز پڑھنا ضروری ہے ورنہ وہ کافر ہو جائے گا۔ یہ اسلام میں نہیں ہے۔ اسلام نے کہا ہے کہ جو آدمی بیمار ہے وہ اپنے گھر پر نماز پڑھ لے۔ نماز کی ایک ظاہری شکل بنائی ہے۔ مثلاً ہم کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر رکوع کرتے ہیں۔ پھر کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر سجدہ میں جاتے ہیں۔ پھر دو سجدوں کے درمیان بیٹھتے ہیں۔ پھر ہم التحیات یعنی قعدہ میں بیٹھتے ہیں۔ لیکن ایک بیمار شخص اِن ساری اشکال کے مطابق یا بعض شکلوں کے مطابق نماز نہیں پڑھ سکتا اس کو کہا کہ لا تخف رھقًا کہ تجھ پر ایسا بوجھ نہیں ڈالا جائے گا جو تیری طاقت سے بالا ہو۔ چنانچہ بیمار۔ معذور یا مجبور ہونے کی صورت میں ایک کو کہا کہ تو بیٹھ کر نماز پڑھ لے۔ دُوسرے کو کہا کہ تو لیٹ کر نماز پڑھ لے۔ تیسرے کو کہا کہ تو اشاروں سے نماز پڑھ لے۔ چوتھے سے کہا کہ تُو ہتھیار باندھ کر نماز پڑھ اور اپنا کام کرتا جا۔

غرض اللہ تعالےٰ نے ہر چیز کا اتنا خیال رکھا ہے کہ اگر سوچیں تو ہم خود اتنا خیال نہ رکھ سکتے۔ لایخاف رھقًا کے اعلان کے بعد کسی کو یہ خوف نہیں ہوگا کہ وہ کسی وقت ایسی منزل میں ہوگا یا ایسی حالت میں ہوگا کہ اسلام کے کسی حکم کی پابندی نہ کر سکے تو گناہ گار بن جائے گا۔ اُس شکل میں تو پابندی نہیں کرے گا لیکن گناہ گار نہیں بنے گا۔ مثلاً جو آدمی بے ہوش ہے اور بعض دفعہ چار چار دن تک آدمی بے ہوش رہتا ہے کیا ایسا شخص نمازیں چھوڑ کر گنہگار بن گیا! نہیں لایخاف رھقًا کی رُو سے جو اس کی طاقت نہیں

ہے اس سے زیادہ اس پر بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ اگر اپنی غلطی کی وجہ سے بھی تم بیدار نہ رہو اور سکران کی حالت میں ہو تب بھی نماز پڑھنے کے لئے انتظار کرو۔ وہ دوسرا جُرم ہے۔ لیکن نماز کو جان بوجھ کر چھوڑ دینا یہ بہت بڑا جُرم ہے۔ مگر اس کا بھی خیال رکھا۔ ماں نے کیا خیال رکھنا ہے اور باپ نے کیا توجہ دینی ہے اور دوست نے اخوّت کا کیا مظاہرہ کرنا ہے۔ تمہارے رب نے تو کہیں زیادہ ہم سے پیار کیا۔ اور پیار کی شکلیں بنا دیں۔ پس بدبخت ہے وہ آدمی جو اپنے خدا کو چھوڑتا ہے۔ اور ایمان بالرّب نہیں لاتا۔ پھر تو اس شخص کو "بخس" کا بھی ڈر ہے۔ اس پر ظلم بھی ہوں گے، اور اُسے نقصان بھی پہنچیں گے۔ اور ان کا کوئی مداوا نہیں ہوگا۔ اپنے ربّ کو چھوڑ کر وہ کہاں جائے گا۔ اور پھر یہ بھی ہوگا کہ گناہ کرے گا۔ کیونکہ اپنی طرف [illegible] اور سمجھے گا کہ شریعتِ اسلامیہ حقہ نے جو احکام (اوامر و نواہی) دیئے ہیں۔ اس سے زیادہ مجھے چاہئیے وہ بھی گناہ ہی گنہگار بن جاتا ہے۔ تکمیلِ شریعت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

پس اپنے

ربّنا سے پختہ تعلق

قائم کرو۔ رمضان کا ایک موقع تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا۔ جو سبق آپ کو اور مجھے سیکھنا چاہیئے تھا خدا کرے کہ وہ سبق ہم سیکھیں۔ اور پھر بھُولیں نہ۔ کیونکہ اپنے ربّ سے تو ہمیشہ کا ساتھ ہے۔ وہ کونسی گھڑیاں ہیں جو آپ اپنے ربّ سے چھُپ کر گزار سکتے ہیں۔ جیسے اس سے ہمیشہ کا ساتھ ہمیشہ کا واسطہ ہے اور ہمیشہ کے پیار کی ضرورت ہے اور اس نے اپنے آپ کو بار بار رحم کرنے والا کہا ہے تو اس کا یہی مطلب ہے کہ تمہیں میرے رحم کی بار بار ضرورت پڑے گی یہ نہ سمجھنا کہ ایک کروڑ دفعہ میں نے تم پر رحم کیا ایک دفعہ اور رحم نہیں کر سکتا یا ایک ارب دفعہ رحم کیا ہے تو اور دس ارب دفعہ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بار بار رحم کرنے والا ہوں۔ یہ میری صفات میں سے ہے۔

پس اپنے اس پیارے ربّ سے اپنا تعلق پیدا کرو۔ اور اپنی ذمہ داریوں کو نبھاؤ اور

اپنی دعاؤں میں

تحریکِ جدید کے اُن مخلصین کو بھی یاد رکھو جو اخلاص کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں پیسے خرچ کرتے ہیں۔ تحریکِ جدید کی طرف سے کل رپورٹ آئی تھی جیسے تو آج ہی ملی ہے سالِ رواں میں نو سو پندرہ مخلصین نے اپنے وعدے کی پوری رقوم ادا کر دی ہیں۔ گو میں نے ایک سرسری نظر ڈالی تھی۔ پھر بھی مجھے تعجب ہوا کہ بعض دوستوں نے اپنی حیثیت سے بہت کم چندہ لکھوایا ہوا ہے۔ لیکن بہرحال اللہ تعالیٰ ان کو اجر عطا فرمائے اُن میں سے اکاون مخلصین نے ایک ایک ہزار روپے کا وعدہ کیا تھا اور وہ پورے کا پورا ادا کر دیا ہے۔ ان کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں اور جنہوں نے اپنا وعدہ پُورا نہیں کیا اُن کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی توفیق عطا فرمائے مالی لحاظ سے بھی اور اخلاص کے لحاظ سے بھی کہ وہ بھی جلدی اپنے اپنے وعدوں کو پُورا کریں۔

دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپنے ربّ سے تعلق کی پختگی صرف نوجوانی کی عمر سے تعلق نہیں رکھتی۔ بلکہ انصار اللہ کی عمر سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ شاید کوئی شرمائے کہ وہ دھیلے سے آگے نہیں بڑھ رہے سکتے۔

انصار اللہ کا چندہ

ایک دھیلہ فی روپیہ ہے۔ اس وقت بھی دھیلہ تھا جب روپے کے چونسٹھ پیسے تھے۔ اور اس وقت بھی دھیلہ ہے جب کہ روپیہ کے یک صد پیسے ہو گئے ہیں۔ بہرحال خلیفۂ وقت کا کام سہارا دینا بھی ہے اس لئے میں نے سہارا دے دیا اور انصار اللہ کے چندے کی جو شرح ہے وہ میں نے دھیلے سے بڑھا کر پیسہ کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ سب کو بھی جن کی عمر زیادہ ہے اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اس عمر میں تو ہمیں زیادہ فکر ہونی چاہیئے۔ یا تو یہ ہو کہ انصار اللہ کے جو کام ہیں اُن کی ضرورت نہیں رہی۔ خدام جن کے پاس کبھی پیسہ اکٹھا ہی نہیں ہوتا تھا اور انصار سے مانگ مانگ کر ہم اپنی ضرورتیں پورا کیا کرتے تھے۔ مگر اب یہ ہے کہ ان کا چندہ انصار سے کئی گنا زیادہ ہو گیا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو میں نے پہلے بتائی تھی کہ پچھلی پود کثرت سے جوانی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ اگر جماعت کی تعداد وہی رہتی تو پھر تو یہ شکل نہ تھی لیکن آج سے تیس سال پہلے جو نسبت انصار اور خدام کی تعداد میں تھی آج وہ نسبت نہیں ہے۔ صحیح طور پر تو مجھے علم نہیں اور نہ کبھی اس قسم کی مردم شماری ہوئی ہے لیکن اگر فرض کر لو تیس سال پہلے پچاس فی صد احمدی جوان یعنی پندرہ سال سے اوپر کی عمر کے، خدام میں شامل تھے تو پچاس فیصد انصار میں شامل تھے۔ مگر آج تیس سال کے بعد یہ شکل نہیں رہی۔ آج یہ شکل ہے کہ تیس فیصد انصار میں شامل ہیں۔ اور ستر فیصد خدام میں شامل ہیں۔ کیونکہ پیچھے سے اللہ تعالیٰ کے فضل کا ایک بڑا ریلا آ رہا ہے۔ ہم ہر لحاظ سے بڑھ رہے ہیں۔ نئے نوجوان احمدی ہو رہے ہیں اور ہماری احمدی بہنیں بہت بچے پیدا کر رہی ہیں۔ وہ بیچاری تکلیف اُٹھا کر یہ قربانی دے رہی ہیں۔ خدا کرے وہ بھی اور زیادہ قربانی دیں۔ اب بھی بہت سی بہنیں قربانی دے رہی ہیں۔ یعنی اپنے بچے احمدیت کے نام پر خدا کے لئے وقف کرنے کی شکل میں وہ پیدا کر رہی ہیں۔ یعنی وقف کے لئے یہی ضروری نہیں ہے کہ تحریکِ جدید کا واقف ہو۔ نیت وقف کی ہونی چاہیئے۔ اُن کی تربیت کا بھی خیال رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی بھی توفیق بخشے۔

بہرحال انصار اور خدام کی تعداد میں بڑا فرق پڑ گیا۔ اور پھر اس وجہ سے چندوں میں بھی فرق پڑ گیا۔ پھر خدام الاحمدیہ جن کی عمر سولہ سے چالیس تک ہے ان کی مجموعی آمدنی جتنی تیس سال پہلے تھی اس وقت یقیناً اس سے سَو گنا زیادہ ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ بڑے فضل کر رہا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ انصار اللہ والے کیوں مایوس ہو جائیں کہ اُن پر اللہ تعالیٰ فضل نہیں کرے گا۔ پس وہ دھیلے سے پیسہ شرح چندہ مقرر کریں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے مال میں بھی برکت دے گا۔ بہرحال یہ ذیلی چیزیں ہیں جن کی طرف میں نے توجہ دلا دی ہے۔

میں نے بتایا ہے کہ اس چھوٹی سی آیت میں

بڑا ہی لطیف مضمون

بیان کیا گیا ہے۔ جو شخص بھی اپنے ربّ سے سچا اور پختہ تعلق پیدا کر لیتا ہے اس کو نہ ظلم اور نقصان کا کوئی خطرہ باقی رہتا ہے اور نہ اس کو یہ خطرہ رہتا ہے کہ شریعت کے نقص کی وجہ سے وہ گنہگار ہو جائے گا۔ یا بدلے ہوئے حالات میں شریعت اگر اس کے مسائل حل نہ کرے تو اس لحاظ سے بھی یہ نہیں کہ وہ گنہگار ہو جائے گا۔ پھر نہ اُس کو یہ خطرہ رہتا ہے کہ عقل پر ہی بھروسہ کرنا ہے۔ عقل کبھی صحیح راستہ پر چلتی اور کبھی بھٹک جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہاری عقلوں کو شریعتِ محمدیہ پر عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں روشنی عطا کروں گا۔ اور ان عقلوں میں ایک جلا پیدا کر دوں گا۔ پھر تم دُنیا کے معلّم بن جاؤ گے۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ سے پختہ تعلق پیدا کر لو۔ اور پھر قرآن کریم جو علموں کا خزانہ اور معرفت کا ایک سمندر ہے وہ تمہیں دیا گیا ہے۔ اس لئے کم علمی اور سفاہت اور حمق کا تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن اس سمندر میں غوطہ لگانا ضروری ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ بدلے ہوئے زمانوں میں، بدلے ہوئے حالات میں، (وقتی طور پر اجتماعی یا انفرادی حالات بدلتے ہیں یا بیماریوں اور بڑھاپے کی وجہ سے مستقل طور پر حالات بدل جاتے ہیں۔ مثلاً چندے کے لحاظ سے بعض تاجر ایسے بھی ہیں جو دس دس، بیس بیس ہزار روپے چندہ ایک وقت میں دے دیتے ہیں۔ پھر اُن کے حالات بدل جاتے ہیں، انہیں نقصان ہو جاتا ہے تو بیس روپے تک دینے کے قابل نہیں رہتے) خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جب تمہیں بیس ہزار روپے دینے کی طاقت تھی تم نے دیا اور میں نے قبول کر لیا۔ اور میں تمہیں اس کی جزا دوں گا۔ لیکن جب تمہیں بیس روپے دینے کی طاقت ہو گی تو میں قبول نہیں کروں گا۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ اُس نے یہ فرمایا ہے جتنی تمہاری طاقت ہے اتنا چندہ تم دے دو۔ پھر جتنی میری رحمت ہے اس سے تم حصہ لیتے چلے جاؤ گے۔ پس بندے کی اس قربانی اور خدا کی اس رحمت کا آپس میں کیا مقابلہ ہے۔

خدا کرے کہ وہ ہمیشہ ہمیں بے حساب اجر عطا فرمائے۔ اس کی رحمت کے دروازے رمضان میں خصوصیت سے کھلتے ہیں۔ خدا کرے کہ ہمارے لئے ہمیشہ ہی اس کی رحمتوں کے دروازے کھُلے رہیں۔

خطبہ ثانیہ سے پہلے حضور نے فرمایا:-

"نمازِ عصر سے قبل درس دینے والے دوست مولوی ظہور حسین صاحب سوائے آخری ایک سورۃ کے باقی کا درس مکمل کر دیں۔ عصر کی نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے میں انشاء اللہ آخری سورۃ کی تفسیر کے ایک چھوٹے سے حصہ کو بیان کر کے دُعا کرا دوں گا"۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ ــــ اور ــــ نصرت الٰہی

اِسْمَعُوا صَوْتَ السَّمَاءِ جَاءَ الْمَسِیحُ جَاءَ الْمَسِیحُ
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار

(المسیح الموعودؑ)

(از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی)

خدائی سلسلوں کا قیام اور تقدیرِ خاص

سنّتِ الٰہی سے معلوم ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی اصلاح و رہنمائی کے لئے کوئی مامور اور مرسل مبعوث ہوتا ہے تو اس کے سلسلہ کے قیام و بقا اور فلاح کے لئے اس کی تائید و نصرت میں وہ اپنی "تقدیرِ خاص" کو جاری فرماتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے اس ازلی و ابدی قانون کا ذکر قرآن مجید میں ان پُرشوکت الفاظ میں کیا گیا ہے:-

"اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ"

(سورہ مومن ع ۶)

کہ ہم اپنے انبیاء اور اُن کی جماعتوں کی اس دنیا میں مدد کرتے ہیں [illegible] کے دن بھی ہم ہی اُن کے مددگار ہوں گے۔

مادی دنیا میں عام نگاہوں سے نظر آنے والا قانون یہ ہے کہ اکثریت اقلیت پر غالب آتی ہے۔ جس شخص یا جماعت کے پاس اسباب و وسائل اور تعداد کی فراوانی ہو وہ کامیاب ہوتا ہے۔ جس کے پاس طاقت و اقتدار ہو وہ اس پر غالب آجاتا ہے جو اس سے محروم ہو۔ مگر روحانی اور مذہبی دنیا میں ہمیں متذکرہ بالا قانون کے برعکس نظارہ نظر آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے انبیاء جو مادی وسائل و اسباب ساتھ نہ رکھتے تھے، بظاہر کمزور و ناتوان تھے۔ طاقت و اقتدار اُن کے پاس نہ تھا۔ وہ غیر معمولی حالات میں جابر حکام اور طاقتور جماعتوں پر جن کو اپنی اکثریت اور وسائل کی فراوانی پر ناز تھا، غالب آجاتے ہیں۔ اور باوجود ہر قسم کی اندرونی و بیرونی مخالفت کے اپنے مقدس مشن میں کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔ جس کا ذکر قرآن مجید کے ان پیارے الفاظ میں کیا گیا ہے

"کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً کَثِیْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ"

(البقرہ ع ۳۳)

کہ بعض چھوٹی چھوٹی جماعتیں (دنیوی قانون کے برعکس) بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آجاتی ہیں۔ اس لئے کہ خالقِ کون و مکان اور خالقِ اسباب و وسائل اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور مشیّتِ ایزدی اُن کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور اُن انبیاءِ کرام کے زمانے میں "تقدیرِ عام" کی بجائے اُن کی تائید و نصرت میں "تقدیرِ خاص" جاری ہوتی ہے۔

"کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ"

(المجادلہ ع ۳)

کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ [illegible] قوی اور غالب ہے۔ پس یہی تقدیرِ خاص ہر نبی کے زمانے میں جاری رہی۔ اور اُن کے مقدس مشن میں کامیابی اور مخالفین کی ناکامی و نامرادی کا باعث ہوئی۔ اور یہی "تقدیرِ خاص" ہمیں اس زمانے کے مامورِ ربّانی اور مرسلِ یزدانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مقدس زندگی میں کارفرما نظر آتی ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا دعوےٰ

چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں آپ نے جب دعویٰ فرمایا کہ:-

(۱) "مجھے خدا کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی موعود اور اندرونی و بیرونی اختلافات کا حَکَم ہوں۔"

(اربعین ص ۱)

(۲) "سو میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل و عنایت سے امام الزمان میں ہوں۔ اور مجھ میں خدا تعالیٰ نے وہ تمام علامتیں اور شرطیں جمع کی ہیں۔ اور اس صدی کے سر پر [illegible] فرمایا ہے۔"

(ضرورۃ الامام ص ۲۴)

تو مخالفت کا ایک طوفان برپا ہوگیا۔ آپ کی آواز کو دبانے اور مقدس مشن کو ناکام بنانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ کفر کے فتوے آپ کے خلاف شائع کئے گئے۔ عوام کو بے بنیاد باتوں کی تشہیر کرکے مشتعل کیا گیا۔ آپ کے خلاف مقدمات دائر کئے گئے

خدائی بشارات

مگر خدا تعالیٰ نے آپ کو تسلّی و تشفّی دی اور اپنی بشارات سے نوازا کہ:-

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔" "میں تجھے زمین کے کناروں تک عزّت کے ساتھ شہرت دوں گا۔ اور تیرا ذکر بلند کروں گا اور تیری محبّت دلوں میں ڈال دوں گا۔" "میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔" (تذکرہ)

اور اُدھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید و نصرت میں زمین و آسمان سے نشانات ظاہر فرمائے۔ آپ پر اسرار و اُمورِ غیبیہ کو ظاہر فرمایا۔ آپ کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا اور حسبِ بشارت آپ کی آواز نے نیک طبع افراد کے دلوں پر اثر کرنا شروع کر دیا۔ اور آپ کا سلسلہ ترقی کرنے لگا۔ تب آپ نے نہایت ہی محبت اور شفقت کے انداز میں اپنے مخالفین کو نصیحت فرمائی کہ

مامورِ ربّانی کی نصیحت

(الف) "مخالف لوگ عبث میں اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودا نہیں ہوں کہ اُن کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں۔ اگر اُن کے پہلے اور اُن کے پچھلے اور ان کے زندے اور اُن کے مردے تمام جمع ہوجائیں اور میرے مارنے کے لئے دعائیں کریں تو میرا خدا اُن تمام دعاؤں کو لعنت کی شکل میں بنا کر اُن کے مُنہ پر مارے گا دیکھو صدہا دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت میں سے نکل کر ہماری جماعت سے ملتے جاتے ہیں۔ آسمان پر ایک شور برپا ہے۔ اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں۔ اب اس آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے۔ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو۔ وہ تمام مکر و فریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے ہیں وہ سب کرو اور کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھو۔ ناخنوں تک زور لگاؤ۔ اتنی بددعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ۔ پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو؟ خدا کے آسمانی نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ مگر بدقسمت انسان دُور سے اعتراض کرتے ہیں۔ جن دلوں پر مُہریں ہیں اُن کا ہم کیا علاج کریں۔ اے خدا! تو اس اُمّت پر رحم کر۔"

(ضمیمہ اربعین ص ۴)

(ب) "میرا خدا جو زمین و آسمان کا مالک ہے میں اس کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ میں اسی کی طرف سے ہوں۔ اور وہ اپنے نشانوں سے میری گواہی دیتا ہے۔ اگر آسمانی نشانوں میں کوئی میرا مقابلہ کر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی میرے برابر اُتر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر قرآن کے نکات اور معارف بیان کرنے میں کوئی میرا ہم پلّہ ٹھیر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر غیب کی پوشیدہ باتیں اور اسرار جو خدا کی اقتداری قوت کے ساتھ پیش از وقت مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں اُن میں کوئی میری برابری کر سکے تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔"

(اربعین)

مگر کسی شخص کو اس روحانی میدان میں مردِ میدان بن کر اُترنے کی توفیق نہ ملی۔ بقول آپ کے ؎

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے

انہیں جو بزعم خود آگے بڑھے وہ اپنے ناپاک عزائم میں نہ صرف ناکام و نامراد رہے بلکہ آسمانی حربوں سے تباہ و برباد بھی ہوئے لیکھرام پشاوری۔ ڈاکٹر ڈوئی امریکن۔ پادری عبد اللہ آتھم۔ مولوی اسماعیل علیگڑھی وغیرہم، آپ کی مخالفت کے نتیجہ میں اپنے انجام کو پہنچے۔

مگر یہ خدائی سلسلہ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا رہا۔ اور آج بفضلہ تعالےٰ اکنافِ عالم میں اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور اب اس کو ایک بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے۔ اور ہر طلوع ہونے والا دن احمدیت کے حق میں خدا کی تائیدات و نصرتوں کا حامل بن کر طلوع ہوتا ہے۔ جس کا مخالفینِ احمدیت کو بھی با دلِ ناخواستہ اعتراف ہے چنانچہ

(الف)۔۔۔ اخبار "زمیندار" لاہور کے ایڈیٹر مولوی ظفر علی خان صاحب ۱۹۳۲ء میں رقمطراز ہیں کہ:۔

"آج میری حیرت زدہ نگاہیں بحسرت دیکھ رہی ہیں کہ بڑے بڑے گریجوئیٹ وکیل اور پروفیسر اور ڈاکٹر جو کونٹ اور ڈیکارٹ اور ہیگل کے فلسفہ تک کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ غلام احمد قادیانی کی خرافات واہیہ پر اندھا دھند آنکھیں بند کرکے ایمان لے آئے ہیں ...... یہ ایک تناور درخت ہو چلا ہے۔ اس کی شاخیں ایک طرف چین میں ہیں اور دوسری طرف یوروپ میں پھیلتی ہوئی نظر آتی ہیں۔" (زمیندار ۹ر اکتوبر ۱۹۳۲ء)

(ب)۔۔۔ جماعتِ اسلامی کے اخبار "المنیر" لائل پور کے ایڈیٹر اس اعترافِ حقیقت کا ۱۹۵۶ء میں یوں اظہار کرتے ہیں:۔

"ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی ہے۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ان میں اکثر تقویٰ تعلق باللہ۔ دیانت، خلوص۔ علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین صاحب دہلوی۔ مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی۔ مولانا قاضی سید سلیمان منصور پوری۔ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولانا عبد الجبار غزنوی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری۔ اور دوسرے اکابر رحمہم اللہ وغفر لھم کے بارے میں ہمارا حسنِ ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے۔ اور ان کا اثر و رسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو اُن کے ہم پایہ ہوں۔ اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کے لئے تکلیف دہ ہوں گے۔

اور قادیانی اخبارات و رسائل بھی چند دن اپنی تائید میں پیش کرکے خوش ہوتے رہیں گے۔ لیکن اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں ان کے کام کا یہ حال ہے کہ ایک طرف روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں ...... اور دوسری جانب ۱۹۵۳ء کے عظیم ترین ہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اُن کا ۵۷-۱۹۵۶ء کا بجٹ پچیس ۲۵ لاکھ روپیہ کا ہو۔"

(المنیر ۲۳ر مارچ ۱۹۵۶ء)

جماعتِ احمدیہ میں سلسلہ خلافت کا اجراء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے تو اکیلے تھے۔ چو طرفہ مخالفت کا طوفان تھا۔ مگر جب دنیا سے رخصت ہوئے تو ایک فتح نصیب جرنیل کی طرح اپنے مقدس مشن میں مظفر و منصور ہو کر رخصت ہوئے۔ اور اپنے پیچھے لاکھوں کی ایک ایسی فعال جماعت چھوڑ کر گئے جو خدمتِ دین اور اشاعتِ اسلام کے جذبہ سے سرشار رہے۔ آپ کی زندگی کا ہر دن خدائی تائیدات سے معمور تھا۔ آپ کے وصال کے بعد مخالفینِ احمدیت کو یہ موہوم توقع تھی کہ شاید اب اس جماعت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ مگر چونکہ اس جماعت کے سر پر خدا تعالیٰ کا مبارک سایہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے خود اسے سنبھالا اور آپ کی جماعت میں اتفاق رائے سے سلسلۂ خلافت جاری ہوا۔ اور حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ جماعت کے پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔ آپ کے عہدِ خلافت میں نہ صرف نظامِ جماعت مستحکم ہوا بلکہ بیرونی ممالک میں تبلیغی مشنوں کے قیام کی داغ بیل پڑنی شروع ہوئی۔ مارچ ۱۹۱۴ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کا وصال ہوا تو اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پسرِ موعود حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود رضؓ کو تختِ خلافت پر متمکن فرمایا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آپ کے عہدِ خلافت باسعادت میں (جو نصف صدی سے زائد عرصہ پر مشتمل ہے) جماعتِ احمدیہ کو حیرت انگیز ترقی حاصل ہوئی۔ اور جماعت کے تبلیغی مشن ومراکز دُنیا کے متمدن ممالک اور جزائر میں قائم ہوگئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

بڑی آب و تاب سے پورا ہوا۔

حضرت المصلح الموعود رضؓ کی مبارک زندگی بھی خدائی تائیدوں اور نصرتوں کا مرقع ہے آپ کے عہدِ خلافت میں کئی ایک اندرونی و بیرونی فتنے برپا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کی ہمت مردانہ رُوحانی قیادت میں ان فتنوں کا قلع قمع کر دیا۔ اور جماعت کو نہ صرف استحکام بخشا بلکہ غیر معمولی دینی و دنیوی برکات و ترقیات سے نوازا۔

نومبر ۱۹۶۵ء میں حضرت المصلح الموعود رضؓ اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے تو اللہ تعالےٰ نے مسندِ خلافت پر ہمارے موجودہ امام ہمام حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کو بٹھایا اور اب آپ کے عہدِ خلافت باسعادت میں، نئی دنیا اور پرانی دُنیا۔ کالے اور گوروں میں یوروپ و ایشیا میں جماعت کے مشن ترقی پذیر ہیں۔ خدمتِ دین اور اشاعتِ اسلام کے نئے نئے منصوبے اور پروگرام جاری و ساری ہیں۔ جو جماعت کی عزت و وقار کو چار چاند لگا رہے ہیں۔

جماعتِ احمدیہ پر تین بڑے ابتلاء اور خدائی نصرت۔

احمدیت کی تاریخ میں جماعت پر تین بڑے ابتلاء کے دَور آئے جو جماعت کے لئے انتہائی خطرناک تھے مگر مولیٰ کریم نے ہر ابتلاء کو اپنے فضل سے رحمت میں تبدیل کر دیا۔ اور وہ ابتلاء جماعت کی ترقی و استحکام کا موجب بن کر باعث برکت ثابت ہوئے۔

پہلا ابتلاء فتنۂ احرار

۱۹۳۴ء میں جماعتِ احرار جوبن پر تھی۔ لیڈرانِ احرار عوام اور حکومتِ وقت کی پشت پناہی کی وجہ سے جماعت کی بیخکنی کے ناپاک عزائم رکھتے تھے۔ چنانچہ مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے ۱۹۳۴ء میں قادیان کی تبلیغی کانفرنس کے موقعہ پر لن ترانی کی کہ:۔

"مسیح کی بھیڑو۔ تم سے کسی کا ٹکراؤ نہیں ہوا۔ جس سے اب سابقہ ہوا ہے یہ مجلس احرار ہے اس نے تم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ہے"

اسی طرح سیالکوٹ رام تلائی کے جلسہ میں ۱۹ر مئی ۱۹۳۵ء کو تقریر کرتے ہوئے کہا کہ

"مرزائیت کے مقابلہ کے لئے بہت سے لوگ اٹھے لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ وہ میرے ہاتھوں سے تباہ ہو"

(سوانح حیات سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری مطبوعہ جون ۱۹۴۱ء صفحہ ۳۹ ایضاً)

اسی طرح چودھری افضل حق صاحب نے آل انڈیا احرار کانفرنس پشاور منعقدہ ۷-۸-۹ر اپریل ۱۹۳۹ء کے خطبۂ صدارت میں اعلان کیا:۔

"ہمیں خدا کی مہربانی پر بھروسہ ہے کہ احرار کا وسیع نظام باوجود مالی مشکلات کے پس برس کے اندر اندر اس فتنہ کو ختم کرکے چھوڑے گا"

(خطباتِ احرار صفحہ ۳۷)

مگر خدا تعالےٰ نے اپنا فضل فرمایا اور اپنے پیارے امام المصلح الموعود رضؓ کو تسلی دی کہ یہ جماعت کا بال بھی بھینگا نہ کر سکیں گے آپ نے اعلان فرمایا کہ "میں زمین کو احرار کے پاؤں تلے سے نکلتے دیکھ رہا ہوں"۔ چنانچہ "قضیہ شہید گنج" احرار کو لے ڈوبا۔ ان کا اتحاد پارہ پارہ ہوگیا اور اُن کے قدم ایسے لڑکھڑائے کہ پھر وہ سنبھل نہ سکے۔

اُدھر ۱۹۳۴ء میں المصلح الموعود رضؓ نے تحریکِ جدید کا اعلان فرمایا۔ جس پر احباب جماعت نے لبیک کہا اور آج اس تحریک کے نتیجہ میں جماعت کے تبلیغی مشن اکنافِ عالم میں اسلام اور احمدیت کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔ جماعتِ احرار اور اُن کے لیڈر اپنی موت آپ مر گئے۔ خدا تعالیٰ کا کس قدر حسین انتقام تھا جو مخالفینِ احمدیت سے لیا گیا۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

پھر جس تباہی کا اعلان چودھری افضل حق صاحب نے ۱۹۳۹ء میں کیا تھا، خدا کی شان ہے کہ اُسی سال جماعت نے "خلافت جوبلی" بڑے تزک و احتشام سے منائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

دُوسرا ابتلاء تقسیمِ ہند

۱۹۴۷ء میں برصغیر ہند کی تقسیم ہو گئی۔ پاکستان قائم ہوا۔ [illegible] مسیح موعود علیہ [illegible] "[illegible] ہجرت" کے مطابق حضرت [illegible] المصلح الموعود اور جماعت کے ایک بہت بڑے طبقہ کو اپنے مرکز مقدس "قادیان" سے ہجرت کرنا پڑا۔ مخالفینِ احمدیت کو بڑی امیدیں تھیں کہ اب

جماعتِ احمدیہ کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ایک بے آب و گیاہ جنگل میں "ربوہ" کی بنیاد ڈلوائی۔ اور پھر اس جنگل کو منگل میں تبدیل کر دیا۔ جماعت اس مرکزِ ثانی میں پھر جمع ہوگئی۔ اب وہی مرکز دُنیا میں تبلیغ اسلام کا ایک واحد اور فعّال مرکز ہے۔ جس کی تبلیغی جدوجہد اور خوش کن نتائج پر مخالفین اور حاسدین جماعت بھی انگشت بدندان ہیں۔ یہ محض خدا تعالےٰ کے فضل و کرم اور اس کی تائید و نصرت کے باعث ہوا۔ ورنہ جماعت کے اسباب و وسائل کی کیا حیثیت تھی۔ اُدھر جماعت کا مرکزِ اوّل "قادیان" نہ صرف قائم بلکہ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا علمبردار ہے۔ فالحمدُ للّٰہ۔

تیسرا ابتلاء اینٹی احمدیہ ایجی ٹیشن

مخالفینِ احمدیت نے جب یہ دیکھا کہ پاکستان میں بھی جماعتِ احمدیہ کے قدم مضبوطی سے جم گئے ہیں اور یہ جماعت اپنی تبلیغی سرگرمیاں اور جدوجہد پہلے سے بھی زیادہ عزم و جوش کے ساتھ انجام دے رہی ہے تو جماعت کے خلاف باقی مسلمانوں کے سب فرقوں نے مل کر ایک متحدہ محاذ بنا کر "اینٹی احمدیہ ایجی ٹیشن" شروع کی۔ ۱۹۵۳ء کا زمانہ جماعت کے لئے ایک نازک دور تھا۔ مخالفین کو عوام اور حکومت کی حمایت حاصل تھی۔ خونریز فسادات شروع کر دیئے گئے۔ معصوم احمدیوں کو بلا کسی جرم کے شہید کیا جانے لگا۔ تب خدائی غیرت جوش میں آئی۔ حکومتِ پاکستان کے چند باشعور ذمہ دار حکام میں اس خطرناک فتنے اور اس کے بھیانک نتائج کا احساس پیدا ہوا۔ تب انقلاب برپا ہوا۔ ملک میں مارشل لاء نافذ ہوا۔ اور جماعتِ احمدیہ کی تباہی و بربادی کے خواب دیکھنے والے اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوئے۔ اور اُن کے ناپاک عزائم خاک میں مل گئے۔ حضرت المصلح الموعودؓ نے جماعت کو تسلّی دی تھی کہ گھبراؤ نہیں، مَیں دیکھ رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ میری نصرت کے لئے دوڑا چلا آرہا ہے۔ آناً فاناً غیر متوقع طور پر ایسا ہوگیا، کہ مخالفین کے اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ اور اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے جماعت کو اپنی حفظ و امان میں لے لیا۔ اس کے بعد جماعت پہلے سے زیادہ خدمتِ دین اور اشاعتِ اسلام کے کام میں مصروف ہوگئی اور مصروف ہے۔ اور دعا ہے کہ مولیٰ کریم جماعت کو پہلے سے کہیں بڑھ چڑھ کر اس نیک کام کی توفیق عطا فرماتا جائے آمین۔

حرفِ آخر

تاریخِ احمدیت کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص اس امر کو از خود محسوس کرے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بعثت سے لے کر اِیں دم تک ہر وہ شخص یا طبقہ یا جماعت جو جماعتِ احمدیہ کی تباہی و بربادی کے ناپاک عزائم کو لے کر اٹھا وہ خود ذلیل و رسوا ہوا اور اپنے ناپاک مقاصد میں ناکام و نامراد رہا۔ اور خدا تعالےٰ نے اِس جماعت کے بانی علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء کرام کی غیر معمولی تائید و نصرت فرمائی۔ اور اس طرح سلسلہ احمدیہ کے "حق" ہونے پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی۔ سچ ہے ؎

صاف دِل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

چودھویں صدی ہجری کے شروع سے ہی مخالفینِ احمدیت اِس صدی کے مجدّد کے ظہور، امام مہدی کی بعثت اور مسیح موعود کے نزول کے منتظر ہیں۔ مگر انتظار کرتے کرتے اب صدی کے آخر تک پہنچ گئے ہیں۔ مگر ہائے افسوس ان کا موعود نہ آیا۔ اور نہ اسے آنا تھا۔ اور نہ آئندہ آئے گا۔ کیونکہ جو موعود آنے والا تھا وہ تو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کے وجود باجود میں عین وقت پر ظاہر ہو چکا تھا۔ جس کی تکذیب و تکفیر کرکے اِن لوگوں نے اپنی زندگیوں کو بے نتیجہ بنا دیا۔ اور اب بھی یہ لوگ، پے درپے نشان دیکھنے کے بعد "عالَمِ تخیّل" میں بس رہے ہیں۔ جب کہ جماعتِ احمدیہ اس مامورِ ربّانی اور مرسلِ یزدانی کو شناخت کرکے، اس کی آواز پر لبّیک کہہ کر ایمان لانے کی سعادت کے نتیجہ میں "عالَمِ عمل" میں ہے۔ خدائی تائیدات اور الٰہی نصرتوں کا مشاہدہ کرکے اُن کے ایمان دن رات ترقی پذیر ہیں۔ اور وہ تن۔ من۔ دھن سے خدمتِ اسلام کے اہم فریضہ کی بجا آوری کی سعادت پا رہے ہیں۔

پس ہماری اپنے اُن بھائیوں سے درخواست ہے جن کو شناخت اور تصدیق احمدیت کی ابھی توفیق نہیں ملی، کہ احمدیت کا بقاء ترقی یہ خدا کی تقدیر ہے۔ آیئے آپ بھی اس نعمتِ عظمیٰ سے حصّہ پایئے اور خدا تعالےٰ کے فضلوں اور برکتوں کے وارث بنیئے! وما توفیقنا الّا باللّٰہ العلیّ العظیم۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین ؛

مَیں دُنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہوں

کلام سیّدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ

نوٹ :- حضورِ پُرنور کی یہ نظم قادیان کے جلسہ سالانہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۰ء میں پڑھی گئی تھی۔ (ایڈیٹر)

بتاؤں تمہیں کیا۔ کہ کیا چاہتا ہُوں
ہوں بندہ مگر۔ مَیں خدا چاہتا ہوں

مَیں اپنے سیاہ خانۂ دِل کی خاطر
وفاؤں کے خالق وفا چاہتا ہوں

جو پھر سے ہرا کر دے ہر خشک پودا
چمن کے لئے وہ صبا چاہتا ہوں

مجھے بَیر ہرگز نہیں ہے کسی سے
مَیں دُنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہوں

وہی خاک جس سے بنا میرا پُتلا
مَیں اس خاک کو دیکھنا چاہتا ہوں

نکالا مجھے جس نے میرے چمن سے
مَیں اس کا بھی دِل سے بھلا چاہتا ہوں

مرے بال و پر میں وہ ہمّت ہے پیدا
کہ لے کر قفس کو اُڑا چاہتا ہوں

کبھی جس کو رشیوں نے مُنہ سے لگایا
وہی جام اب مَیں پیا چاہتا ہوں

رقیبوں کو آرام و راحت کی خواہش
مگر مَیں تو کرب و بلا چاہتا ہوں

دِکھائے جو ہر دم ترا حُسن مجھ کو
مری جان! مَیں وہ آئینہ چاہتا ہوں

اہلِ قادیان کے نام پیغام

کلام حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدّظلّہا العالی

نوٹ :- یہ نظم محترم حضرت امیر صاحب جماعتِ احمدیہ قادیان کی درخواست پر اور صاحبزادہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریک پر حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدّظلّہا العالی نے کہی تھی۔ (ایڈیٹر)

خوشا نصیب کہ تم قادیاں میں رہتے ہو
دیارِ مہدیٔ آخر زماں میں رہتے ہو

قدم مسیح کے جس کو بنا چکے ہیں "حرم"
تم اس زمینِ کرامت نشاں میں رہتے ہو

خدا نے بخشی ہے "الدّار" کی نگہبانی
اُسی کے حفظ اسی کی اماں میں رہتے ہو

فرشتے ناز کریں جس کی پہرہ داری پر
ہم اس سے دور ہیں تم اس مکاں میں رہتے ہو

فضا ہے جس کی معطر نفوسِ عیسیٰ سے
اُسی مقامِ فلک آستاں میں رہتے ہو

نہ کیوں دِلوں کو سکون و سرور ہو حاصل
کہ قربِ خفتۂ رشکِ جناں میں رہتے ہو

تمہیں سلام و دُعا ہے نصیب صبح و مسا
جوارِ مرقدِ شاہِ زماں میں رہتے ہو

شبیں جہاں کی "شبِ قدر" اور دن عیدیں
جو ہم سے چھوٹ گیا اس جہاں میں رہتے ہو

کچھ ایسے لوگ ہیں جو پژمردہ ہیں جدا ہو کر
انہیں بھی یاد رکھو "گلستاں" میں رہتے ہو

تمہارے دم سے ہمارے گھروں کی آبادی[لہ]
تمہاری قید پہ صدقے ہزار آزادی

"بُلبل ہوں صحنِ باغ سے دُور اور شکستہ پَر
پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پَر"

(الفضل ۵ر جنوری ۱۹۴۸ء صفحہ ۳)

لہ یہ شعر کچھ تبدیلی کے ساتھ علامہ اقبالؔ سے مستعار لیا گیا ہے! "مبارکہ"

خلافتِ ثالثہ کی برکات اور نئی جہد و تحریکات

از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن دہلی

سیدنا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کے مطابق امتِ محمدیہ کے لئے مندرجہ ذیل پانچ ادوار سے گذرنا مقدر تھا۔

(۱) دورِ نبوت
(۲) خلافت علی منہاج نبوت
(۳) دورِ بادشاہت
(۴) جبری حکومت کا دور
(۵) خلافت علی منہاج نبوت کا دور
(مشکوٰۃ شریف)

مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ میں دوسرے دور یعنی خلافت علیٰ منہاج نبوت پر نوٹ لکھا ہے کہ یَنْقَلِبُ النُّبُوَّۃُ خِلَافَۃً یعنی دورِ نبوت دورِ خلافت میں تبدیل ہو جائے گا۔ گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے خلفاء ہوں گے جو روحانی اور جسمانی طور پر کے قائم مقام ہوں گے۔

پانچویں دور کے متعلق حاشیہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے۔ الظاہر یہ زمن عیسیٰ والمہدی اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی کا زمانہ ہے۔

احادیث و تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافتِ راشدہ کا قیام ہوا لیکن افسوس کہ یہ خلافت مسلمانوں میں دیر تک نہ رہی خلافتِ راشدہ کے بعد خلافت بادشاہوں کے ہاتھوں میں چلی گئی اس کے بعد امتِ محمدیہ مذکورہ حدیث میں بیان کردہ ادوار میں سے باری باری گذرتی رہی یہاں تک کہ تیرھویں صدی کے آخر میں خلافت علیٰ منہاج نبوت کے قیام کا دور پھر شروع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مثیلِ مسیح اور امام مہدی بنا کر سیدنا حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ظلی طور پر آپ کو امتِ محمدیہ کا آئینہ دار بنایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی وفات کی اطلاعات ملیں تو آپ نے ایک رسالہ الوصیت کے نام سے تحریر فرمایا جس میں آپ نے اپنے بعد سلسلہ خلافت کے قیام کی خبر دی۔ اور بتایا کہ آپ کے بعد خلافت کا سلسلہ جاری ہوگا اور اس رسالہ میں اللہ تعالیٰ کی یہ عادت بیان فرمائی کہ "وہ دو قسم قدرت ظاہر کرتا ہے۔

اوّل:۔ خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور دشمن زور میں ہو جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔ اور یقین کرتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی . . . . تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ سو اے عزیزو! جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر دے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی ہے غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے۔ جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔"

(الوصیت، ص)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال فرمایا اور ۲۷ مئی کو جماعت نے متفقہ طور پر حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور کا پہلا خلیفہ منتخب کیا اور اس طرح جماعت میں دوسری قدرت کا آغاز ہوا۔ اس قدرت کے ظاہر ہونے پر خود حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ کے خلیفہ منتخب ہونے پر جماعت کا ایک اس سے تبدیل ہو گیا اور جماعت کے تمام افراد نے پورے اتحاد سے اس دوسری قدرت کا خیر مقدم کیا اور مخبر صادق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ ثمّ تکون خلافۃ علی منہاج النبوۃ لفظ بلفظ پوری ہوئی۔ چھ سال تک جماعت کی قیادت اور راہنمائی کرنے کے بعد ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ انتقال فرما گئے اور جماعت نے کثرتِ رائے کے ساتھ حضرت مرزا محمود احمد صاحبؓ کو قدرتِ ثانیہ کے دوسرے مظہر کے طور پر جماعت کا دوسرا خلیفہ منتخب کیا۔ مارچ ۱۹۱۴ء سے نومبر ۱۹۶۵ء تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جماعت کی نہایت ہی شاندار قیادت فرمائی اور جماعت کو روحانی، اور تبلیغ و تربیت کے لحاظ سے مستحکم بنیادوں پر قائم فرمایا۔ آپ کے وجود سے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک مشہور پیشگوئی جو مصلح موعود کے ظہور سے تعلق رکھتی تھی پوری ہوئی۔ اور ۱۹۴۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اظہار فرمایا کہ وہی مصلح موعود کے مصداق ہیں۔ حضرت مصلح موعود نے خصوصیت سے جماعت میں خلافت کی اہمیت کو واضح فرمایا اور بتایا کہ خلافت اسلام کے اہم مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے اور اسلام کبھی ترقی نہیں کر سکتا جب تک خلافت نہ ہو (الفضل ۵ مئی ۱۹۵۹ء)

اور یہ کہ خلافت کو مستحکم کرنے سے ہی جماعت احمدیہ ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید اور نہ مرنے والی جماعت بن جائے گی۔ چنانچہ ۱۹۵۶ء میں خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع میں احمدی نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کو یاد کرو اور خلافت کے استحکام اور قیام کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہو۔ . . . تم نوجوان ہو اور تمہارے حوصلے بلند ہونے چاہئیں اور تمہاری عقلیں تیز ہونی چاہئیں تاکہ تم اس کشتی کو ڈوبنے اور غرق ہونے سے بچا سکو۔ تم وہ چٹان نہ بنو جو دریا کے رخ کو پھیر دیتی ہے۔ بلکہ تمہارا یہ کام ہے کہ تم وہ نہر (Channel) بن جاؤ جو پانی کو آسانی سے گذارتی ہے۔ تم ایک ٹنل ہو جس کا یہ کام ہے کہ فیضانِ الٰہی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہوا تم اسے آگے چلاتے چلے جاؤ۔ اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو تم ایک ایسی قوم بن جاؤ گے جو کبھی نہیں مرے گی۔"

(الفضل ۲۴ مئی ۱۹۵۶ء)

حضور کا باون سالہ دورِ خلافت نہایت ہی بابرکت اور برکات و انوار سے معمور دور تھا۔ نومبر ۱۹۶۵ء میں یہ اسلام کا پہلوان اور روحانی خلیفۃ اللہ اپنے حضور حاضر ہو گیا اور جماعت نے قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر ناصر الدین فاتح الدین حضرت مرزا ناصر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب کیا اور یہی ایک مقدس وجود ہے جو اس وقت جماعت احمدیہ کی قیادت فرما رہا ہے۔ یہ وجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پوتا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا فرزند ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں ایک نافلہ کا ذکر ملتا ہے حضرت مصلح موعود کی پیدائش کے کئی سال بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا

اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَافِلَةً لَّكَ

حضور اس الہام کو درج کر کے فرماتے ہیں "ممکن ہے اس کی تعبیر یہ ہو کہ محمود کے ہاں لڑکا ہو کیونکہ نافلہ پوتے کو بھی کہتے ہیں۔"

(بدر ۱۱ اپریل ۱۹۰۶ء بحوالہ تذکرہ ص ۵۹۹ ایڈیشن دوم)

حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۵ پر حضور اپنے ایک الہام کا ان الفاظ میں ذکر فرماتے ہیں

"اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَافِلَةً لَّكَ نَافِلَةً مِّنْ عِنْدِيْ"

(بحوالہ تذکرہ ص ۷۴۶ ایڈیشن دوم)

یعنی ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو نافلہ ہوگا یعنی لڑکے کا لڑکا یہ نافلہ ہماری طرف سے ہوگا۔

سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ نے بھی فرمایا تھا۔

"مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ کہ میں تجھے ایک ایسا لڑکا دوں گا۔ جو دین کا ناصر ہوگا اور اسلام کی خدمت پر کمربستہ ہوگا۔"

(الفضل ۸ اپریل ۱۹۱۵ء)

اس وقت جماعت احمدیہ کو قدرتِ ثانی کا تیسرا مظہر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تیسرا خلیفہ اللہ تعالیٰ نے نافلہ کی صورت میں عطا فرمایا ہے۔ اور خلافت ثانیہ کی طرح خلافت ثالثہ کا زمانہ بھی برکات، و انوار سے معمور زمانہ ہے۔ جماعت احمدیہ خلافتِ ثالثہ کے اس دور میں روحانی تربیتی اور تبلیغی لحاظ سے نمایاں ترقی کر رہی ہے۔ اور ان ترقیات میں خلیفۂ وقت کا کردار بہت ہی اہم ہے۔ کیونکہ حضور کی محنت توجہ اور تحریکات کا یہ نتیجہ ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے جماعت کی روحانی ترقی اور تربیت کے لئے کئی ایک تحریکات کا اجراء فرمایا ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ نصر سے معلوم ہوتا ہے کہ جب الٰہی جماعتوں کی ترقی کا زمانہ آتا ہے۔ تو ان کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں۔ اور نئے داخلین اسلام کی تربیت، اور دینی تعلیم سکھانے کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ

بنصرہ العزیز نے فرمایا:-

" اب انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب لوگ جوق در جوق احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہوں گے بلکہ جہاں کثرت سے احمدی ہوں گے ان کی تعلیم و تربیت کے لئے مربی بھی درکار ہوں گے۔

(الفضل ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۰ء)

چنانچہ آپ نے جماعت کی روحانی ترقی کے لئے جہاں ایک طرف مربیان و معلمین کی تعداد میں اضافہ فرمایا ہے۔ وہاں ایسی تحریکات بھی جاری فرمائیں۔ جن کے ذریعہ جماعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر صحیح رنگ میں عامل ہو۔ اختصار کے پیش نظر میں اس مضمون میں چند تحریکات کا ذکر کروں گا

بد رسوم کے خلاف جہاد کی تحریک

حضور نے تمام ایسے امور سے بچنے کی جماعت کو تلقین فرمائی جو اسوۂ رسول خلفائے راشدین کے خلاف ہوں اور جن کا دین اسلام اور قرآن مجید سے کوئی تعلق نہ ہو اور جن سے روحانیت پر برا اثر پڑتا ہو۔

چنانچہ آپ نے فرمایا:

" میں ہر احمدی کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالےٰ کی منشاء کے مطابق اور جماعت احمدیہ میں اس پاکیزگی کو قائم کرنے کے لئے جس پاکیزگی کے قیام کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا کی طرف مبعوث کئے گئے۔ ہر بدعت اور بد رسم کے خلاف جہاد کا اعلان کرنا ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ سب میرے ساتھ اس جہاد میں شریک ہوں گے۔"

(الفضل ۲ جولائی ۱۹۶۷ء)

بد رسوم میں مبتلا ہونے کی وجہ سے جہاں مسلمانوں کی روحانیت پر بہت برا اثر پڑا۔ وہاں ظاہری لحاظ سے ان پر بہت بڑی تباہی آئی اکثر بد رسوم بچوں کی پیدائش، شادی بیاہ اور موت و فوت سے تعلق رکھتی ہیں۔ مثلاً بچے کی سالگرہ اور برسی منانا اور اس موقعہ پر حد سے زیادہ اسراف کرنا۔ شادی کے موقعہ پر گانا بجانا۔ آتش بازی چلانا وغیرہ وغیرہ بدعات و رسوم میں داخل ہیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا

"تمام تباہی جو مسلمانوں پر آئی زیادہ تر گانے بجانے کی وجہ سے آئی۔ اندلس کی حکومت گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوئی۔ مصر کی حکومت گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوئی مصر پر صلاح الدین ایوبی نے حملہ کیا فاطمی بادشاہ اس وقت گانے بجانے میں مشغول تھا۔

(الفضل ۴ ستمبر ۱۹۵۸ء)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان رسوم کے متعلق فرماتے ہیں۔

" ہماری قوم میں یہ بھی ایک رسم ہے کہ شادی میں صدہا روپیہ فضول خرچ ہوتا ہے سو یاد رکھنا چاہیئے کہ آتش بازی چلانا۔ رنڈیوں، بھڑوؤں ڈوم ڈھاڑیوں کو دینا حرام مطلق ہے۔ ناحق روپیہ ضائع ہوتا ہے۔ اور گناہ سر پر چڑھتا ہے۔

(ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۴۶)

ان خلاف شریعت رسوم پر عمل کرنے سے سب سے بڑا اثر انسان کی روحانیت پر پڑتا ہے۔ اس لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ان رسوم کے خلاف کاروائی کو جہاد قرار دیا ہے۔ ہر احمدی کا فرض ہے کہ روحانیت کے قیام کی خاطر اس جہاد میں شریک ہو۔

کسی کی موت پر رونا پیٹنا، چلانا اور جزع فزع کرنا یہ بھی ایک رسم ہے۔ جو مسلمانوں میں غیر اقوام سے آئی ہے۔ یہ سب کام حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے منافی ہیں۔ اور حضور نے سختی سے ان سے منع فرمایا ہے۔ عام طور پر عورتیں اس میں شریک ہوتی ہیں۔ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کی موت کے وقت چلانے والی اور اس کو سننے والی عورت پر لعنت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

" ماتم کی حالت میں جزع فزع اور نوحہ یعنی سیاپا کرنا اور چیخیں مار کر رونا اور بے صبری کے کلمات منہ سے نکالنا یہ سب ایسی باتیں ہیں۔ جن کے کرنے سے ایمان جانے کا اندیشہ ہے.... کسی عزیز اور پیارے کی موت کی حالت میں ___ مسلمانوں کے لئے قرآن کریم میں یہ حکم ہے کہ صرف "انا للّٰہ وانا الیہ راجعون" کہیں یعنی ہم خدا کا مال اور ملک ہیں وہ اختیار رکھتا ہے جب چاہے اپنا مال لے لے اور اگر رونا ہو تو صرف آنکھوں سے آنسو بہانا جائز ہے۔ اور جو اس سے زیادہ ہے وہ شیطان سے ہے"

(اشتہار بغرض تبلیغ و انذار)

جماعت احمدیہ کا کثیر حصہ بفضلہ تعالیٰ ان رسوم کو چھوڑ چکا ہے۔ تاہم جہاں کہیں بھی ان بد رسوم کا کچھ حصہ باقی ہے۔ وہاں کے عہدیداران کا فرض ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے اس اعلان جہاد سے تمام احباب کو آگاہ کریں تا جماعت کا ہر فرد اس جہاد میں شریک ہو کر تعلیم اسلامی پر گامزن ہو

تحریک تعلیم القرآن

روحانی اور تربیتی نقطۂ نگاہ سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کی تعلیم کی خاص طور پر تحریک فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہر احمدی بچہ، نوجوان، بوڑھا قرآن مجید پڑھنے والا اور اس کی تلاوت کرنے والا ہو حضور فرماتے ہیں:-

" ہماری یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ دو تین سال کے اندر ہمارا کوئی بچہ ایسا نہ رہے جسے قرآن کریم پڑھنا نہ آتا ہو"

نیز فرمایا:-

"میں نے تمام [illegible] تمام عہدیداران خصوصاً امراء اضلاع کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ قرآن کریم کا سیکھنا، جاننا اس کے علوم حاصل کرنا از بس ضروری ہے۔ اس کے بغیر ہم وہ کام ہرگز سر انجام نہیں دے سکتے۔ جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔.... اپنی انتہائی کوشش کریں کہ جماعت کا ایک فرد بھی ایسا نہ رہے۔ نہ بڑا نہ چھوٹا نہ مرد نہ عورت نہ جوان نہ بچہ جسے قرآن مجید ناظرہ پڑھنا نہ آتا ہو جس نے اپنے ظرف کے مطابق قرآن کریم کے معارف حاصل کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔"

(الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۶۶ء)

اسی طرح فرمایا:-

"قرآن کریم کے بغیر آپ کے گھر بھی بے برکت رہیں گے ہر احمدی کا گھر ایسا ہونا چاہیئے کہ اس میں رہنے والا ہر فرد جو اس عمر کا ہے کہ وہ قرآن مجید پڑھ سکتا ہے صبح کے وقت اس کی تلاوت کر رہا ہو"

(الفضل ۱۹ فروری ۱۹۶۶ء)

*

سورۃ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات زبانی یاد کرنے کی تحریک

تعلیم قرآن کے ساتھ ہی حضور نے یہ بھی تحریک فرمائی کہ سورۃ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات ہر احمدی کو زبانی یاد کرنی چاہئیں۔ اور ان کے معانی اور جس حد تک ممکن ہو ان کی تفسیر بھی آنی چاہیئے اور پھر ہمیشہ دماغ میں مستحضر کرنی چاہیئے۔

حضور فرماتے ہیں:-

" مجھے آپ کی سعادت مندی اور وفا و اخلاص اور اس رحمت کو دیکھ کر جو ہر آن اللہ تعالےٰ آپ پر نازل کر رہا ہے۔ امید ہے کہ آپ میری روح کی گہرائی سے پیدا ہونے والے اس مطالبہ پر لبیک کہتے ہوئے ان آیات کو زبانی یاد کرنے کا اہتمام کریں گے۔ مرد بھی یاد کریں گے عورتیں بھی یاد کریں گی چھوٹے بڑے سب ان سترہ آیات کو یاد کر لیں گے۔"

(الفضل یکم اکتوبر ۱۹۶۶ء)

تسبیح و تحمید درود شریف اور استغفار بکثرت پڑھنے کی تحریک

روحانیت کے قیام کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے تسبیح و تحمید اور استغفار کا ورد کرنے کی بھی تحریک فرمائی ہے۔ تاکہ جماعت آنے والے شر اور فتنوں سے محفوظ رہے۔ اور جماعت میں نئے داخل ہونے والے احباب کی تربیت کا سامان بھی ہوتا رہے حضور نے فرمایا ہے کہ

(الف) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی دعا

سُبحان اللّٰہ وبحمدہٖ

سبحان اللّٰہ العظیم۔

اللّٰھم صلِّ علیٰ محمدٍ وعلیٰ

آل محمد...

۲۵ سال سے زائد عمر والے روزانہ ۲۰۰ مرتبہ ۱۵ تا ۲۵ سال کی عمر کے ۱۰۰ مرتبہ ۷ تا ۱۵ سال کے بچے ۳۳ مرتبہ اور چھوٹے بچے تین مرتبہ روزانہ پڑھیں

(الفضل ۲۲ مارچ ۱۹۶۸ء)

(ب) استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ ... ۲۵ سال سے اوپر کے مرد و خواتین کم از کم سو بار ۱۵ تا پندرہ سال کے درمیان والے ۳۳ بار

(باقی صفحہ ۲۰ پر دیکھیں)

تحریکِ جدید اور اس کے شیریں اثمار

باغ مرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر　　میں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا اثمار

حضرت مسیح موعودؑ

از مکرم جناب وکیل المال صاحب تحریکِ جدید قادیان

انسانی پیدائش کی غرض اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ بتائی ہے کہ انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نیک اور عبادت گزار بندہ بن کر اس کی رضا اور لقاء حاصل کرے۔ اور اسی غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے الہام و کلام (شریعت) اور انبیاء کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ تاکہ اس کے مطابق انسان کام کر کے اپنی پیدائش کی غرض کو پورا کر سکے۔ یعنی زمین بھی موجود ہے۔ ہل اور بیل بھی موجود ہیں اور بیج اور پانی کا انتظام بھی ہے۔ اب کام صرف اتنا باقی ہے کہ بیلوں کو ہل میں جوت کر زمین میں ہل چلا کر بیج بو دیا جائے۔ اور حسب ضرورت اس کی آبیاری کر کے اس کی نگہداشت کی جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے فصل تیار ہو جائے گی۔ لیکن دنیاوی بیج بونے کے بعد یہ یقین نہیں ہوتا کہ ضرور یہ بیج اُگے گا اور اس سے فصل تیار ہو سکے گی۔ روحانی طور پر بیج بونے والے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیج بوتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ پر اس کام کی تکمیل کا بھروسہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ دورِ حاضر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے یہ بیج بو یا گیا ہے۔ اور اس تخم کی آبیاری کے لئے اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ میں خلفاء کا سلسلہ جاری فرمایا۔ جن کی نگرانی میں جماعتِ احمدیہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے کر رہی ہے

چنانچہ جب یہ بیج پودے کی صورت میں ظاہر ہوا تو حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی قلمیں اور شاخیں تحریک جدید کے ذریعہ سے مختلف ممالک میں پھیلا دیں تاکہ یہ پودا دنیا کے ہر حصہ کو اپنے شیریں اثمار سے محظوظ کر سکے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں کہ

"تحریکِ جدید کا پہلا مقصد یہ ہے کہ ہم دنیا کے ہر ملک میں کم از کم ایک آدمی ایسا کھڑا کر دیں جو اسلام کے جھنڈے کو اپنے ہاتھوں میں تھامے رکھے اور اس کے پھریرے کو ہوا میں لہراتا رہے"

چنانچہ یہ بیج ہر جگہ بڑھا اور اس کے پھل جو اب تک ظاہر ہوئے ہیں وہ یہ ہیں:-

۱۔ بیرونی ممالک میں تبلیغی مراکز کا قیام جہاں سے اللہ تعالیٰ کے عاشق اس ملک کے باشندوں کو زندہ خدا سے روشناس کراتے ہیں۔ اور اس طرح اب لاکھوں انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کر کے اپنی پیدائش کی غرض کو پورا کر رہے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی کامل اور مکمل کتاب قرآن مجید کا دیگر زبانوں میں ترجمہ جس کے ذریعہ سے ان زبانوں کے جاننے والے بے شمار لوگ پھل کھا رہے ہیں

۳۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے شمار لوگوں کا عاشقانہ تعلق پیدا ہو چکا ہے۔ اور وہ لوگ جو اپنی ناواقفیت جہالت اور تعصب کی وجہ سے نعوذ باللہ گند اچھالتے تھے آج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار درود و سلام پڑھتے ہیں۔ اور اپنی عقیدت کی نیاز پیش کرتے ہیں۔

۴۔ ممالکِ بیرون میں خانۂ خدا کی تعمیر۔ چنانچہ اب تک بے شمار جگہوں اور غیر ممالک میں بہت سی مساجد تعمیر کی جا چکی ہیں۔ جن سے اللہ اکبر کی مسحور کن صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ اور لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے لئے اور اس کا شکرانہ ادا کرنے کے لئے دیوانہ وار کھچے چلے آتے ہیں۔

اس کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ ساری دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کا بڑا ہی اہم اور مشکل کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے۔ یعنی اس بیج سے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے بویا گیا ہے اور جس کے اب تک مندرجہ بالا اثمار ہم دیکھ رہے ہیں جب تک ایک تناور درخت بن کر ساری دنیا پر سایہ فگن نہیں ہو جاتا اور ساری دنیا اس کے تسکین بخش سایہ تلے نہیں آ جاتی ہماری ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ اس وقت تک ہمیں دم نہیں لینا جب تک ایک آدمی بھی اس کے سایہ سے باہر ہے۔ اس کام کیلئے کسی نے ہماری (جماعت احمدیہ کی) مدد نہیں کرنی بلکہ ہم نے اپنی ہی خداداد طاقتوں، تدبیروں اور مخلصانہ دعاؤں سے کام لینا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول بھی ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کر کے بہترین نتائج پیدا کر سکیں۔ اسی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴ اخاء ۱۳۴۸ ہش مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۹ء میں جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے "دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا (یعنی اسلام ہی ساری دنیا کا مذہب ہوگا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کے پیشوا ہوں گے) میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بو یا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے (تذکرۃ الشہادتین) لیکن اس درخت کی آبپاشی کے لئے اور اس کی حفاظت کے لئے اور اس میں ترقی کرنے کے لئے قربانی آپ نے دینی ہے آسمان سے فرشتوں نے اتر کر یہ کام نہیں کرنا۔ اسلام کے غلبہ اور اسلام کی فتح کا بیج تو بو دیا گیا ہے لیکن اگر وہ بیج اپنی نشو و نما کے لئے ہماری جانیں مانگے تو ہمیں اپنی جانیں قربان کر دینی چاہئیں اگر وہ درخت کہے کہ اے احمدیو! میں نے تمہارے خون سے سیراب ہونے کے بعد بڑھنا اور پھولنا ہے اور پھل دینے ہیں تو احمدیوں کو اپنے خون پیش کر دینے چاہئیں اگر ہم سے یہ مطالبہ ہو کہ تمہارے پیسے کی ضرورت ہے تو ہمیں اپنے اموال پیش کر دینے چاہئیں تاکہ ساری دنیا میں اسلام کے مبلغ پہنچیں۔ اور وہاں اللہ تعالیٰ کا نام بلند کریں۔ .... پس تخم تو بو یا گیا یہ بڑھے گا اور پھولے گا اور ثمر آور ہوگا لیکن اس تخم کے نشو و نما کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت ہے اس کو ہم نے پیش کرنا اور مہیا کرنا ہے۔ غرض یہ عظیم الشان بشارتیں جو ہمیں دی گئی ہیں (یعنی غلبہ اسلام علی ادیان اور اپنی پیدائش کے مقصد کو پورا کرنا۔ ناقل) اور عظیم قربانیاں ہیں جن کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ پس آؤ

ہم آج یہ عہد کریں

"کہ ہم سے جس قسم کی عظیم قربانیوں کا مطالبہ کیا گیا ہے ہم اپنے رب کے حضور وہ قربانیاں پیش کریں گے۔ تاکہ ہماری یہ عظیم خواہش کہ ہم اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں سے ساری دنیا کے انسانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کو پیدا ہوتے دیکھیں (جو ہماری اور سب انسانوں کی پیدائش کی غرض ہے۔ ناقل) ہماری یہ خواہش پوری ہو جائے"

پس میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنا جائزہ لیں۔ اپنے عزیز و اقارب اپنی جماعت کا جائزہ لیں کہ جس قسم کی اور جس معیار کی قربانی کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے آیا ہم اپنی پوری طاقت اور ذرائع سے کام لے کر وہ قربانی پیش کر رہے ہیں تاکہ آپ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکیں اور جیسا کہ حضور نے اسی خطبہ کے آخر میں فرمایا:

"اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے اور وہ ہمیں سمجھ عطا فرمائے اور وہ ہمیں توفیق بخشے کہ ہم اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے انتہائی قربانیاں دینے کے لئے تیار ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان قربانیوں کو قبول فرمائے اور اپنے پیار کی اور اپنی رضا کی چادر میں ہمیں لپیٹ لے۔ ایک پیار کرنے والی ماں کی طرح ہمیں اپنی گود میں بٹھا لے"

— آمین —

امتحان کے وقت قربانی

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے ہر شخص اپنے عمل سے ثابت کر دے کہ جب امتحان کا وقت آیا تو تم نے اسلام اور احمدیت کے لئے وہ قربانی کی جس قربانی کا اسلام تم سے مطالبہ کرتا تھا۔ اور تم اپنے ایمان اپنے عمل اور اپنی قربانیوں کے لحاظ سے گزشتہ جماعتوں سے پیچھے نہیں رہے بلکہ ان سے آگے بڑھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جماعت کے دوستوں کے دلوں کو کھولے تا وہ اس پانچ ہزاری فوج کے لشکر میں شمولیت کا شرف حاصل کر سکیں جس کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک کشف کے ذریعہ دے چکے ہیں

اللّٰھم آمین اللّٰھم آمین

(پانچ ہزاری مجاہدین ص ۳۱)

مصلح موعود کی پیدائش اور موجودگی کے بارے میں
اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامل انکشاف

از محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب قادیانی نائب ناظر تالیف و تصنیف قادیان

یہ تو قادیانی جماعت اور فریقِ لاہور کو مسلّم ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چالیس دن دعا کر کے یکطرفہ عظیم الشان نشانِ آسمانی یا مثیلِ مسیح موعود دنیا کے سامنے پیش فرمایا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اسلام و احمدیت کی حقانیت کا ثبوت پیش کیا تھا۔ اور اس کے لئے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ہوشیارپور شہر سے اعلان فرمایا تھا اور اس کے پورے ایک ماہ بعد مخالفین کے مطالبہ پر اس خاص بیٹے کی پیدائش کی انتہائی میعاد بھی خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے پا کر بتا دی تھی اور اعلان فرمایا تھا

"اس عاجز کے اشتہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء ... میں ایک پیشگوئی دربارہ تولد ایک فرزند صالح ہے جو بصفات مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا"

(اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء)

اس سے ایک اور روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہے کہ اس خاص بیٹے کی پیدائش کے لئے خدا تعالیٰ نے نو برس کی میعاد مقرر فرمائی تھی

اس پیشگوئی کے مطابق یہ لڑکا جو تیسرے سال ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو اس میعاد مقررہ کے اندر پیدا ہو گیا اور آپ نے اس کے متعلق اعلان فرمایا۔ اور یہ بھی اعلان کیا کہ ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ اطلاع نہیں ملی کہ یہی لڑکا اس پیشگوئی کا مصداق ہے۔ اور یہ کہ اس بارہ میں کامل انکشاف ہونے پر اطلاع دی جائے گی۔

اس کے لئے آپ نے اپنی کتاب سراج منیر کی اشاعت روک دی۔ حضور کا منشا تھا کہ اس میں حضور اس کامل انکشاف کا اعلان فرمائیں گے

واضح رہے کہ پیشگوئی مصلح موعود میں دیگر لڑکوں کی پیدائش کی بھی خبر دی گئی تھی اور مبارک چوتھے لڑکے کی پیدائش کی بھی ضمنی طور پر خبر تھی۔ مبارک کی پیدائش کی خبر کا ذکر سب سے پہلے اسی اشتہار میں تھا اور جب حضور نے اس ضمنی پیشگوئی کے پورا ہونے اور مبارک کی پیدائش کے موقع پر آپ نے اس ضمنی پیشگوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ مبارک کی پیدائش ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار کے مطابق ہو گئی ہے اور یہ پیشگوئی پوری ہو گئی ہے

فریقِ لاہور کے اراکین جیسا کہ ان کی سابقہ تحریرات شاہد ہیں حضور کے صاحبزادہ مرزا محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو مصلح موعود مانتے رہے لیکن بعد میں وہ جب قادیان سے جدا ہو گئے اور آپ کے دعویٰ نبوت، مسئلہ خلافت اور دیگر خصوصیاتِ احمدیت سے منکر ہو گئے تو انہوں نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ان کو قرار دینے کی بجائے یہ کہہ دیا کہ حضرت اقدس نے اس پیشگوئی کا مصداق مرزا مبارک احمد کو قرار دیا تھا مگر وہ بچپن میں ہی فوت ہو گیا لہٰذا مصلح موعود آئندہ کسی زمانہ میں پیدا ہوگا اور اس کے لئے انہوں نے چودھویں صدی قرار دی

لیکن انہوں نے مصلح موعود کی پیدائش کی نو سالہ مقررہ الہامی میعاد کو جان بوجھ کر نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ یہ مقررہ میعاد کبھی بھی منسوخ نہ کی گئی تھی۔ آپ اسے ہمیشہ دوہراتے رہے اور اعلان کرتے رہے کہ مصلح موعود اپنی مقررہ میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ اور جب پنڈت لیکھرام نے بشیر اول کی وفات پر اسے اس پیشگوئی کا مصداق ٹھہرا کر اس پیشگوئی کو غلط قرار دینے کے لئے اشتہارات دیئے تو آپ نے یہ جواب دیا کہ مصلح موعود کے لئے نو برس کی میعاد ہے وہ اس کے اندر یقیناً پیدا ہوگا۔ ہم نے بشیر اوّل کے مصلح موعود ہونے کا کوئی اعلان نہ کیا تھا۔ لہٰذا اس میعاد کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ حضور کا جواب ملاحظہ ہو۔ فرمایا کہ لیکھرام نے

"اس عبارت کا اگلا فقرہ یعنی یہ فقرہ کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔ اس فقرہ کو اس نے عمداً نہیں لکھا کیونکہ یہ اس کے مدعا کو مضر تھا۔ اور اس کے خیال فاسد کو جڑ سے کاٹتا تھا۔"

(حاشیہ سبز اشتہار صفحہ ۲)

نیز اسی سبز اشتہار میں بشیر اول کی وفات پر اعلان فرمایا تھا کہ:-

"اے وے لوگو جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا ہے حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی"

(سبز اشتہار صفحہ ۲۱)

ظلمت سے مراد بشیر اوّل کی وفات ہے اور روشنی سے مراد مصلح موعود کی پیدائش ہے فرمایا۔ بشیر اول کی وفات کے بعد "اب" آنے والا ہے۔ چنانچہ اس کی وفات کے ستّر دن کے اندر مصلح موعود کی پیدائش ہو گئی فالحمد للہ علیٰ ذالک اور آپ نے بار بار اعلان کر دیا۔

مگر اس کے باوجود فریقِ لاہور نے اصل مصلح موعود کی پیدائش کو بلاوجہ ملتوی قرار دے دیا اور اس کے لئے ڈاکٹر بشارت احمد خسر مولوی محمد علی صاحب سابق امیر فریقِ لاہور نے حضور کی تحریرات میں طرح طرح کی چالاکیاں پیدا کیں بلکہ انہوں نے آپ کی تحریر میں تحریف کرنے کی بھی جاہلانہ جرأت کی اور اپنی کتاب "مجدد کامل" میں یہ لکھا کہ ۱۸۹۹ء میں مبارک احمد پیدا ہوتے ہیں ان کے پیدا ہونے کے بعد حضرت اقدس تریاق القلوب میں نہایت صاف الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"یہ پیشگوئی تین کو چار کرنے والے کی جو پہلے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں شائع ہوئی اور بعد میں تین لڑکوں یعنی محمود، بشیر اور شریف کے پیدا ہو جانے کے بعد انجام آتھم اور ضمیمہ میں خدا نے جو اطلاع دی کہ وہ تین کو چار کرنے والا یعنی مصلح موعود اب آئے گا"

(مجدد کامل صفحہ ۱۵۳)

اس عبارت میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے یہ خیانت و تحریف کی ہے کہ "یعنی مصلح موعود" کے الفاظ اپنے پاس سے ڈال دیئے ہیں۔ پس مبارک احمد سے متعلق پیشگوئی کے ذکر میں مصلح موعود کے الفاظ کا ڈالنا اسی مقصد کے لئے ہے کہ وہ یہ دکھائیں کہ تریاق القلوب ۱۸۹۹ء والی کتاب میں مصلح موعود کی پیدائش کی انتظار دلائی گئی تھی۔ مگر یہ سو فیصدی خلافِ واقعہ امر ہے۔ مصلح موعود کی پیدائش تو ۱۸۸۹ء میں چوتھے سال اپنی نو سالہ میعاد مقررہ کے اندر ہو چکی تھی۔ اور آپ اس کا اعلان بھی فرما چکے تھے۔ پھر یہ کس طرح ممکن تھا کہ حضور مصلح موعود کی پیدائش کی انتظار دلاتے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک چالاکی یہ بھی کی ہے کہ تریاق القلوب کی طرف جو عبارت منسوب کی ہے اس کا حوالہ درج نہیں کیا اور اس طرح اپنی طرف سے اندھیرا ہی رکھا ہے اور وہ مذکورہ عبارت کا حوالہ دیتے بھی کہاں؟ جبکہ یہ عبارت کتاب مذکور میں موجود نہیں ہے۔ بلکہ ڈاکٹر صاحب کی اپنی طبعزاد من گھڑت ہے۔

کامل انکشاف کا ثبوت

اب سوال صرف کامل انکشاف کا ہے جس کے متعلق حضور نے فرمایا تھا کہ خدا کی طرف سے اطلاع ملنے پر کہ یہی لڑکا مصلح موعود ہے پھر اطلاع دی جائے گی۔ چنانچہ سراج منیر جس کی طباعت اسی غرض سے روک دی گئی تھی اس میں حضور نے اپنے لڑکے محمود احمد کو مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق قرار دے کر شائع فرما دیا۔

مگر فریقِ لاہور ایک لمبا عرصہ ان کو اس پیشگوئی کا مصداق ماننے اور لکھنے کے باوجود یہ کہنے لگ گیا کہ حضور نے سراج منیر میں کہیں نہیں لکھا کہ مجھ پر کامل انکشاف ہو گیا ہے حالانکہ اس کتاب کی اشاعت اسی غرض سے روک دی گئی تھی کہ اس میں اس کا ذکر کیا جائے گا۔ اور اس پیشگوئی کو چھپوا کر کے شائع بھی فرما دیا۔

لیکن ہم فریقِ لاہور کے اس بے تُکے استدلال کا تسلی بخش جواب ایک اور جگہ سے بھی دے سکتے ہیں اور وہ اس طرح کہ حضور اقدس نے ۱۸۹۷ء میں محمود کی آمین میں اپنے لڑکوں محمود، بشیر و شریف کے لئے یوں دعا کی ہے ؎

نحبتِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا

....

اس کے بھی دونوں برادران کو بھی رکھیو خوشتر
تیرا بشیر احمد تیرا شریف اصغر

ان اشعار میں اندھیرے کا تعلق محمود سے قرار دے کر اس کے دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے یہ دعا مقبول ہوئی اور آپ نے اس قبولیت کا ذکر بھی اشعار میں فرمایا اور لکھا ؎

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

اس بشارت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ تیری اولاد محمود و بشیر اور شریف میں سے ایک لڑکا محمود ایسا موجود ہے جس کے ساتھ اندھیرے کا تعلق ہے اور تو نے اس سے اس اندھیرے کو دور کرنے کے لئے دعا کی ہے۔ ہم تیری اس دعا کو قبول کرتے ہیں۔ ہم اس اندھیرے کو اس سے دور کر دیں گے۔ نہ صرف اس قدر بلکہ ہم اس کی وجہ سے ایک دنیا کو چکر میں ڈال دیں گے کیونکہ وہ ایک دن میرا محبوب بن کر جلوہ گر ہونے والا ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم ایسے لڑکے سے جو ہمارا محبوب بن کر ظہور کرے گا اندھیرا دور نہ کریں۔ بلکہ ہم اس کی خاطر دنیا میں انقلاب برپا کر دیں گے۔ اس عظیم الشان قبولیت دعا نے جس کا تعلق محمود سے ہے بتا دیا کہ وہی مصلح موعود ہے

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

جماعت احمدیہ مالی قربانیوں کے میدان میں

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا ✽ بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

حضرت مسیح موعودؑ

از مکرم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی قائمقام ناظر بیت المال آمد قادیان

میرے ایک غیر مسلم بزرگ دوست جو کئی ادبی اور تاریخی کتابوں کے مصنف ہیں، میں نے انہیں "پانچ ہزاری مجاہدین" کتاب پڑھنے کو دی جس میں دُنیا کی غریب ترین اور قلیل ترین جماعت "جماعت احمدیہ" کے صرف ان چندوں کی تفصیل درج ہے جو اس ننھی سی جماعت کے غریب افراد نے ساری دنیا میں اسلامی تبلیغی مشن قائم کرنے کے لئے نظام تحریک جدید کے تحت اپنے عظیم الشان آقا سیدنا حضرت مُصلح موعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ارشاد کے ماتحت متواتر انیس ۱۹ سال تک ادا کئے تھے۔

کچھ عرصہ کے بعد جب اس بزرگ نے مطالعہ کے بعد وہ کتاب مجھے لوٹائی تو ان کا نہایت مختصر مگر جامع تبصرہ یہ تھا کہ

"وہ جماعت جس کی مالی قربانیوں کا آج کے مادی زمانہ میں یہ رنگ ہو وہ یقیناً بامِ عروج تک پہنچنے کا حق رکھتی ہے زر پرستی کے اس دور میں قربانیوں کا یہ معیار ایک حیرت انگیز تجربہ ہے۔"

اور جب میں نے انہیں یہ بتایا کہ یہ تو جماعت احمدیہ کی بے شمار قسم کی قربانیوں کا صرف ایک آئٹم ہے اور ساتھ ہی بعض دوسری قربانیوں کی کسی قدر تفصیل انہیں بتائی تو حیرت و استعجاب سے ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور چند لمحے عالم امکانات پر غور کرنے کے بعد وہ صرف اتنا کہہ پائے کہ

"عقلاً تو یہ قطعی ناممکن بات ہے۔"

لیکن انہیں کیا معلوم کہ الٰہی جماعتوں کے افراد جن کے قلوب، نورِ ایمان سے منور ہوتے ہیں ان کے جذبۂ قربانی کے اندر ایک ایسی ابراہیمیت کارفرما ہوتی ہے جس کے اثر سے حُبّ جاہ و مال کی نمرودیت اپنی تمام سوزش و حرّیت یکسر کھو دیتی ہے۔ اور وہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ کے راز سے آگاہ ہو کر دینِ حق کی خاطر اپنی قربانیوں کے معیار کو اس قدر بلندی پر لے جاتے ہیں کہ اس بلندی کو ناپنے کے ظاہری آلے بیکار ہو جاتے ہیں اور مادی عقلیں جو عشق کے جنون سے نا آشنا ہوتی ہیں وہ محو تماشائے لبِ بام رہ جاتی ہیں۔ اور ابراہیمیت کی برودت سے خواہشات و ضروریات دنیوی کی نمرودیت کے شعلے سرد پڑ چکے ہوتے ہیں عشق ہمیشہ امکانات کی تحدید کو توڑتا رہا اور عقل کی راہ میں امکانات کا قانون ہمیشہ حائل رہا یہی وجہ ہے کہ آج جب ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ عظام کے محیّر العقول کارناموں کو کو تاریخوں میں پڑھتے ہیں تو ہماری عقلیں جا بجا ورطۂ حیرت میں گم ہو کر عالم امکانات پر غور کرنے لگتی ہیں۔!

اب دیکھئے نا! عقل کا فتوےٰ ہے کہ نہتے اور بے بس، فاقہ زدہ اور مفلوک الحال تین سو تیرہ ۳۱۳ آدمیوں کو گیارہ سو چیدہ شہسواروں اور علاقہ بھر کے آزمودہ کار اسلحہ پوشوں کے ہاتھوں جنگ میں کچلے جانے سے دُنیا کی کوئی طاقت اور کوئی جنگی تدبیر نہیں بچا سکتی۔ لیکن معرکۂ بدر کہتا ہے کہ کو قریشِ مکّہ کے اُن گیارہ سو شہبازوں کی گردنوں کو مہاجرین و انصارِ اسلام کے بظاہر کمزور مگر سرفروش ممولوں نے یوں دبوچا کہ تمام صنادیدِ کفر ستیزہ گاہ بدر میں ڈھیر ہو گئے۔

عقل کو اس بات پر شدت سے اصرار ہے کہ اپنی اور بیوی بچوں کی ضروریات سے جو کچھ بچ جائے اس میں سے کسی نیکی کے کام پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جنون اس نظریہ کو سختی سے ردّ کر کے کہتا ہے کہ دین کی ضروریات پر خرچ کرنے کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ اپنی اور بیوی بچوں کی ضروریات پر خرچ کیا جا سکتا ہے تصوّر کی آنکھ سے دیکھئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مالی قربانی کی تحریک ہوئی ہے۔ شمع محمدی کے جاں نثار پروانے اپنے اموال رسول اللہ کے قدموں میں حاضر کر رہے ہیں۔ صدیق اکبر رضؓ بھی اپنا مال لائے ہیں اور ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ رسول اللہؐ دریافت فرماتے ہیں ابو بکر! کچھ گھر میں بھی چھوڑ آئے؟ عرض کیا میرے ماں باپ رسول خدا پر قربان۔ گھر میں تو صرف خدا کا نام چھوڑ آیا ہوں! اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں دیکر خدا کو پا لینے کے سودے کو کون مہنگا کہہ سکتا ہے۔ خدا تعالےٰ کی راہ میں ایسی بے مثال اور مقبول قربانیوں نے ہی تو صدیق اکبر رضؓ کو رسول اللہ کی اوّلیں جانشینی اور خلافت اولیٰ کا مستحق بنایا۔

یہی وجہ ہے کہ آج جب ہم صحابۂ کرامؓ کی عدیم المثال قربانیوں کے تذکرے پڑھتے ہیں تو بسا اوقات ہمارے عقلی پیمانے اس معیار کو ناپ ہی نہیں سکتے۔ اور آج انہی صحابہ کرامؓ کے نقشِ قدم پر چل کر جماعت احمدیہ جو قربانیاں کر رہی ہے، مستقبل کا مورخ اس عشق و جنون کی تاریخ لکھتے وقت جا بجا قلم بدندان ہو گا۔

سو اگر میں یہ عرض کروں کہ ہمارے مالی نظام کا تار و پود عشق و جنون سے مرتب ہے تو اس میں مبالغے کا کوئی شائبہ نہیں۔ لیکن یہ سوال رہ جاتا ہے کہ یہ عشق و جنون آیا کہاں سے؟ اس کا منبع کہاں ہے۔ اس کا سرچشمہ کونسا ہے اس ولولے کا خالق کون ہے۔ وہ کونسی قوت ہے جو اس قدر بلند معیار کی قربانیوں کے پس پردہ کارفرما ہے؟ آج کے مادی زمانہ میں جبکہ دنیا سیم و زر کی پرستش کر رہی ہے اور پیسہ قاضی الحاجات بن کر مادیت زدہ دلوں پر حکمرانی کر رہا ہے، ایک چھوٹی سی جماعت ——— جماعت احمدیہ ——— کس طرح اپنے بچوں کے منہ سے نوالے چھین کر دینِ حق کے لئے قربان کرنے پر آمادہ ہو گئی ——— مخلصین جماعت کی جیبوں میں پڑے ہوئے کرنسی نوٹ مرکز کے خزانے میں پہونچنے کے لئے انگڑائیاں کیوں لیتے رہتے ہیں ——— شدید مہنگائی کے اس ہوشربا دور میں بھی ایک احمدی خود کو مبتلائے صبر و فاقہ جماعتی چندوں کی ادائی کے لئے بیقرار کیوں رہتا ہے ۔۔۔؟ اس جذبے، اس ولولے، اس عشق اور اس جنون کا محرک کیا ہے ۔۔۔؟!

یہ سارے سوالات اپنا جواب پا جاتے ہیں جب ہم عرش عظیم سے حضرت جبرئیل کو یہ مژدہ لے کر اترتے ہوئے دیکھتے ہیں اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ مژدہ اپنی جماعت کو سناتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ

یَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوْحِیْ اِلَیْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ

یہ اُس زمانے کی پیشگوئی ہے جب احمدیت ابھی قدرت کی کوکھ سے جنم لے رہی تھی۔ جب اس کے اب و جد اس کا نام بھی تجویز نہیں کر پائے تھے جب دو چار مہمانوں کے لئے لنگر خانہ میں آٹے دال کا انتظام بھی نہ تھا۔ جب قادیان کی بستی کو، ساکنین بستی کے سوا کوئی نہ جانتا تھا ؏

کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

اور آسمان کے فرازوں میں لوح محفوظ پر یہ خوشخبری لکھی جا رہی تھی کہ اے مسیح موعودؑ! تو دینِ محمد کی خدمت کے لئے اس یقین کے ساتھ کمر بستہ ہو جا کہ ہم آسمان سے لاکھوں لاکھ افراد کے دلوں میں وحی کریں گے اور وہ دینِ اسلام کی اشاعت کے لئے تیری نصرت اس شان کے ساتھ کریں گے کہ صفحۂ ہستی پر اپنی مثال آپ بن جائیں گے۔ اور ان کی قربانیاں اسلام کے دورِ اوّل کی یادوں اور مثالوں کو آنکھوں کے سامنے لے آئیں گی اور ان کی دیوانگی فرزانوں کا منہ چڑائے گی

اور آج جبکہ ابھی احمدیت کے قیام پر صرف اسی سال کا عرصہ گزرا ہے۔ جبکہ احمدیت ابھی اپنے سنِ بلوغ کو بھی نہیں پہنچی تاریخ احمدیت کے صفحات مجاہدینِ احمدیت کی ایمان افروز اور ولولہ انگیز قربانیوں سے مزیّن ہو رہے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے براہ راست آسمان سے وحی پا کر نصرتِ اسلام کے لئے اپنی تھیلیوں کے منہ یوں کھول دی ہیں کہ گویا اپنا سب کچھ وہ حسبِ وعدہ اور دینِ محمد پر نثار کر دیا ہے (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور قربانیوں کا یہ سلسلہ ۸۰ سال سے نہ صرف جاری ہے بلکہ اپنی رفتار و مقدار کے لحاظ سے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ فرشتے نصرتِ اسلام کی تحریک کے لئے مسلسل وحی لے کر اتر رہے ہیں اور جماعت احمدیہ کے افراد اس کے جواب میں متواتر لبیک لبیک کی صدائیں لگا رہے ہیں اور یہ سلسلہ انشاء اللہ ساری دُنیا پر اسلام کے مکمل روحانی غلبے تک جاری رہیگا

اس کیفیت کو ہم دوسرے الفاظ میں یوں بھی ادا کر سکتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کا مالی نظام مرکّب ہے دو باتوں سے یعنی ———

آسمانی وحی اور زمینی لبّیک۔ اور جہاں آسمان سے قادرِ مطلق کی طرف سے وحی ہو رہی ہو اور زمین سے لبیک لبیک کی صدائوں سے اس کی تعمیل کی جا رہی ہو تو جو حیرت انگیز نتائج نکل سکتے ہیں ان کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔ وہ قوم جسے براہِ راست آسمان سے جنون و عشق کا سبق پڑھایا گیا ہو، ہوش و خرد کس طرح اس کا راستہ روک سکتی ہے بعقل اور فرزانگی کس طرح اس کے دامن کو پکڑ کر کھینچ سکتی ہے اور دنیوی ضروریات کس طرح خدمتِ دین کے بے اختیار جذبے اس کے دل سے نکال سکتی ہیں عقل کے پاؤں میں مصلحت کی زنجیریں ڈالی جا سکتی ہیں۔ ہوش کے تلووں میں کانٹے چبھوئے جا سکتے ہیں لیکن جنون ان تمام حرکات اور روکوں کو پھاندتا ہوا گزر جاتا ہے اور عشق کی تو آنکھیں ہی نہیں ہوتیں جن سے وہ ان روکوں کو دیکھ سکے!

اشاعت اسلام کے لئے فدائیت و ایثار کی [illegible] سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام [illegible] میں پیدا کرنا چاہتے تھے چنانچہ آپ فرماتے ہیں: —

"اسلام کا زندہ [illegible] ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی

راہ میں مرنا بھی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ اس مہم عظیم کے رو براہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا ...“

(فتح اسلام)

مسلمان من حیث القوم کئی صدیوں سے خواب غفلت میں سو رہے تھے۔ اعتقادی لحاظ سے بھی ان کے اندر بے شمار کمزوریاں تھیں لیکن عملی اعتبار سے تو وہ ایک بے جان جسم کی مانند تھے تبلیغ و اشاعت کا تو کہیں نام تک نہ تھا۔ اور ہوتا بھی کس طرح جب کہ نہ کہیں مرکزیت کا وجود تھا اور نہ کوئی بیت المال تھا۔ ایسے حالات میں اسلام کو دوبارہ زندگی بخشنے کے لئے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا تو آپؑ نے تبلیغ اسلام کے لئے اپنی جماعت کو ولولہ انگیز الفاظ میں توجہ دلائی چنانچہ فرمایا:-

”یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیزوں سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا تعالیٰ سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے۔ اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔“

(تبلیغ رسالت جلد دہم)

اس طرح آپؑ نے اپنی جماعت کو قربانیوں کے میدان میں آگے بڑھنے کے لئے تیار فرمایا اور آج ہم اللہ تعالیٰ کے احسان کا فخر کے ساتھ ذکر کر سکتے ہیں کہ ساری دنیا میں محض خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے تبلیغ و اشاعت اسلام کی خاطر ہر قسم کی قربانیاں کرنے والی ایک ہی جماعت ہے اور وہ ہے

جماعت احمدیہ

اور جماعت احمدیہ کا گزشتہ اسّی سالہ ریکارڈ اس امر پر شاہد ناطق ہے کہ ہر نئے دن نے پہلے سے زیادہ اس چھوٹی سی جماعت کو قربانی کے لئے آمادہ پایا اور ان قربانیوں کی اللہ تعالیٰ کے حضور مقبولیت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اس قادر و توانا نے ان حقیر قربانیوں کے بدلہ میں جماعت کو نت نئی اور حیرت انگیز ترقیات سے نواز کر اس کے ایمان و یقین میں اضافہ فرمایا جس سے جذبۂ قربانی بڑھتا ہی چلا گیا۔ اور جماعت قادیان کی حدود سے نکل کر ضلعوں، صوبوں، ملکوں، سمندروں اور براعظموں کو عبور کرتی ہوئی خدا تعالیٰ کے وعدوں اور اسی کے فضل کے سہارے دنیا کے کناروں تک پہونچ گئی

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت دنیا کے کناروں تک پہنچ چکی ہے تو جماعت کے پرانے اور معمّر دوست تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے ذاتی علم سے جانتے ہیں کہ اس مقام تک پہونچنے کے لئے جماعت کو بے شمار مصائب و شدائد میں سے گزرنا پڑا۔ لیکن نئی پود کے افراد شاید نہ جانتے ہوں اس لئے مجملاً یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ترقی کی اس راہ میں قیامت کے فاصلے تھے جماعت کی ہر سانس نیزے کی انی تھی۔ ہر قدم پر روڑے تھے۔ کفر کے فتوے تھے۔ مقدمات تھے جماعت کو صفحۂ عالم سے مٹا دینے کے انفرادی اور اجتماعی منصوبے تھے۔ بے بنیاد الزامات تھے۔ بے حساب عداوتیں تھیں اور بے شمار مخاصمتیں تھیں۔

ظاہر ہے کہ تبلیغ اسلام کا منصوبہ بھی اتنا بڑا تھا کہ اس کے لئے بے حساب روپیہ کی ضرورت تھی لیکن اس کے ساتھ ہی جماعت کو ان عداوتوں کے دفاع پر بھی لاکھوں روپے خرچ کرنے پڑے اور پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ ان تمام اغراض کے لئے جماعت کو غیر معمولی قربانیاں دینی پڑتی رہی ہیں اور ایک دو سال کیلئے نہیں بلکہ متواتر اسّی سال تک۔ ان غیر معمولی قربانیوں پر نگاہ رکھتے ہوئے ہم یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ

یَنۡصُرُکَ رِجَالٌ نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ

کے مطابق جماعت کے افراد کو ان قربانیوں کیلئے آمادہ کیا ورنہ عام حالات میں ایسی قربانیاں قطعی طور پر ناممکن تھیں۔

ینصرک رجال ... کے ایمان افروز نظارے یوں تو روزانہ ہی ہم دیکھتے ہیں جب کہ ایک طوعی روحانی نظام کے ماتحت ہزاروں روپیہ مرکز میں وصول ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی زبردست قوت اس کے پیچھے کار فرما ہے جو جماعت کے دوستوں کی جیبوں میں سے روپیہ نکال نکال کر مرکزی خزانے میں بھجوا رہی ہے۔ لیکن وہ نظارہ تو بڑا ہی ایمان افروز ہوتا ہے جب ہمارے محاسب صاحب کسی منی آرڈر کا کوپن یا کسی ڈرافٹ کے فرستندہ کی تحریر اٹھائے یہ دریافت کرتے پھرتے ہیں کہ یہ رقم بھجوانے والا کون ہے اور کس جماعت سے تعلق رکھتا ہے بالعموم ہمارے انسپکٹران بیت المال جماعتوں کے تمام افراد سے واقف ہوتے ہیں، ان سے دریافت کرنے پر بھی معلوم نہیں ہو سکتا تو بات ذہن میں آ کر بیٹھ جاتی ہے کہ

یَنۡصُرُکَ رِجَالٌ نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ

پس اگر مرکز مختلف چندہ جات کے لئے جماعت کے احباب کو تحریک کرتا ہے تو اسے مفت کا اجر و ثواب ملتا ہے ورنہ درحقیقت ایک زبردست محرّک آسمان پر بیٹھا متواتر دلوں کے تاروں کو جھنجھوڑ رہا ہے۔ اور نصرت دین الٰہی کے لئے تحریک ہے کہ خدا کے فرشتے ہر آن دنیا کے مختلف اطراف کو مصروف پرواز ہوتے ہیں

حیرت انگیز طوعی نظام

جب ہم حکومتوں کے مالی نظام پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ مختلف قسم کے ٹیکسوں اور سرکاری واجبات کی وصولی کے لئے حکومت نے بھاری بھرکم انتظامات کر رکھے ہوتے ہیں ان انتظامات کی پشت پر حکومت کی قوت حاکمانہ کئی جہات سے کار فرما ہوتی ہے۔ پولیس، عدالت اور فوج تک سے مدد لے کر ٹیکسوں اور مالیانوں کی وصولی کی جاتی ہے۔ جبر و تشدد کے ہنگامے برپا ہوتے ہیں۔ ادھر سے ہڑتالوں، مظاہروں اور نافرمانیوں کی شورشیں اٹھتی ہیں۔ جائدادوں کی ضبطیوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے چنانچہ تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات موجود ہیں کہ دنیا کے مختلف ممالک میں اسی قسم کے استبداد اور تشدد سے کام لیا گیا۔ اور آج بھی ہر ملک کی جیلوں میں ہزاروں ایسے قیدی موجود ہیں جو سرکاری ٹیکسوں کی چوری یا عدم ادائیگی کے باعث قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ گویا حکومت کی زبردست قوت تحصیل کے باوجود یہ افسوسناک صورت حال ہر زمانہ اور ہر ملک میں قائم رہی حکومت کے تنخواہ دار محصلین اور کارندے اور ان کی پشت پناہ حکومت کی مشینری سو فیصد وصولی میں ناکام رہتی ہے۔ حالانکہ وصولی کرنے والا محکمہ بھی ہر سال لاکھوں روپیہ اپنے کارکنوں کی تنخواہوں پر خرچ کرتا ہے۔

لیکن اس کے مقابلہ پر ہماری جماعت کا مالی نظام طوعی اور امتیازی ہے۔ احمدیہ جماعتوں کے قابل احترام سیکرٹریان مالی ایک پیسہ معاوضہ لئے بغیر ہزاروں روپیہ وصول کر کے مرکز سلسلہ میں بھجوانے کے علاوہ مقامی طور پر اپنے کھاتے اور رجسٹرات مکمل رکھتے ہیں۔ بڑی بڑی جماعتوں میں سینکڑوں چندہ دہندگان کا انفرادی حساب مکمل رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اور پھر روپیہ پیسہ کا حساب تو بجائے خود ایک دردِ سر ہے لیکن جماعت احمدیہ کے سیکرٹریان مالی کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جزائے خیر بخشے کہ وہ روزانہ اس کام کے لئے کافی وقت صرف کرتے ہیں۔ وہ نہ صرف حساب کتاب کو مکمل رکھنے پر اپنا قیمتی وقت لگاتے ہیں بلکہ چندوں کی وصولی کے لئے بھی انہیں کافی بھاگ دوڑ کرنا پڑتی ہے۔ بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں جہاں دوست ایک دوسرے سے میلوں کی دوری پر رہتے ہیں سیکرٹریان مال کو ہر دوست کے پاس پہنچ کر چندے وصول کرنے ہوتے ہیں اور بعض دوست ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے پاس سیکرٹریوں کو کئی کئی بار جانا پڑتا ہے۔ اور اس طرح وہ سال بھر کی انتھک محنت کے بعد اپنے بجٹ کو پورا کرتے ہیں اور یوں ایک ایک پیسہ جمع ہو کر ہزاروں روپے بنتے ہیں

پھر بعض اوقات باوجود اس کے کہ ہمارے سیکرٹری آنریری ہوتے ہیں چندوں کی رقم لیٹ ہونے پر انہیں مرکز کی جواب طلبیوں کے جواب بھی دینے پڑتے ہیں اور بسا اوقات مرکز کا غصہ بھی صبر کے ساتھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس سب کچھ کے باوجود اپنے اعزازی عہدہ پر ناز اور فخر بھی کرتے ہیں کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ قادر و توانا ہستی جس نے فرمایا ہے کہ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ وہ انہیں ضرور اس کا اجر دے گا۔

یہی حال ہمارے چندہ دینے والے محترم بھائیوں کا ہے۔ آج کے دور میں جبکہ مہنگائی نے ہوش و حواس مختل کر رکھے ہیں اور ۲۵ سال قبل کے مقابلہ میں روپے کی قیمت پانچ چھ پیسے کے برابر رہ گئی ہے ہمارے احمدی بھائیوں اور بہنوں کا اشاعت اسلام کی مختلف مدات میں فراخدلی کے ساتھ چندہ دینا ان کے خلوص اور پختگی ایمان کی عکاسی کرتا ہے۔ حالانکہ جہاں تک خانگی اور دنیوی ضروریات کا تعلق ہے یہ ضروریات انہیں بھی اسی طرح لاحق ہیں جس طرح غیر احمدیوں یا غیر مسلموں کو لیکن سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کے دلوں میں خدمت دین کا جو عظیم جذبہ اپنی ولولہ انگیز تحریرات کے ذریعہ سے پیدا فرمایا ہے اور پھر یَنۡصُرُکَ رِجَالٌ نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ کے خدائی وعدہ نے جو تحریک دائمی طور پر جاری رکھی ہے یہ اسی کا کرشمہ ہے کہ ایک سچا احمدی اپنی ضروریات کو نظر انداز کر کے باقاعدگی کے ساتھ چندہ دیتا ہے۔ اور پھر یہ نہیں کہ وہ چندہ ادا کر کے کوئی احسان جتاتا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ فخر کے ساتھ اسے اپنے لئے عقبیٰ کا سامان سمجھتا ہے کیونکہ اس کے آقا کی یہی تعلیم ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصّہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ میں کوئی خدمت بجا لا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کوئی احسان کرتے ہو۔ بلکہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی

کرو تو وہ ایک اور قوم پیدا کر دیگا کہ اس کی خدمت بجا لائے گی۔ تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبّر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ میں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرّہ محتاج نہیں۔ ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقع دیتا ہے۔"

(تبلیغ رسالت جلد دہم)

اور اس کا عملی مظاہرہ ہم اس صورت میں دیکھتے ہیں کہ جب کسی مخلص احمدی بھائی کے ذمہ بعض مجبوریوں کے باعث جماعتی چندہ بقایا ہو جاتا ہے تو وہ مقامی مجلس عاملہ کے توسط سے نظارت بیت المال میں درخواست بھجواتا ہے۔ اور اس درخواست میں بڑے ہی عجز و الحاح سے مہلت طلب کرتا ہے۔ اسی طرح جب کسی جماعت کا چندہ لیٹ ہو جاتا ہے اور نظارت بیت المال کی طرف سے بازپرس کی جاتی ہے تو سیکرٹریان مالی بھی خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان فرمودات کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اور عجز و انکسار سے جواب دیتے ہیں۔ اور اس طرح مرکز کے دل میں ان کے لئے احترام و محبت کا جذبہ بڑھ جاتا ہے۔ اور اس طرح قربانی اور محبت بھرا یہ شورائی مالی نظام خدا کے فضل سے انتہائی کامیابی سے چل رہا ہے کہ کوئی جبری نظام تحصیل اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ الحمد للہ

مالی قربانیوں کا معیار

یہ ایک بڑا مشکل سوال ہے۔ اس کا کوئی حقیقی اور قطعی جواب دینا ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ صحیح جواب تبھی ممکن ہے کہ کم از کم معیار کے ساتھ ہی زیادہ سے زیادہ معیار کی تعیین بھی کر دی جائے۔ لیکن چونکہ جماعت احمدیہ قربانیوں کے میدان میں سرپٹ بھاگی جا رہی ہے اس لئے اس کی تیز پائی کو ماپنے کا کوئی آلہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ اور ایسا کوئی آلہ آیندہ بھی ایجاد ہونے کی توقع نہیں۔ کیونکہ کوئی ایسا معیار جو قربانیوں کی تحدید [illegible] کر دے جماعت کو منظور ہی نہیں ہے۔ اور جس جماعت نے قربانی کی روح کو سمجھ لیا ہو اور جسے براہ راست آسمان سے قربانی کا سبق ملتا ہے اس کے جنون کو خرد کی زنجیریں پابند نہیں کر سکتیں۔

لہٰذا اس وقت ہم صرف اتنا ہی بتا سکتے ہیں کہ کم از کم معیار کیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ معیار کوئی آنے والا مورخ ہی بتا سکے گا

اس وقت کم از کم معیار لازمی چندہ کا یہ ہے کہ ہر کمانے والا فردِ جماعت، وہ مرد ہو یا عورت، اپنی آمد میں سے چھ پیسے فی روپیہ ماہوار ادا کرے اور جن افراد نے وصیت کی ہوئی ہو وہ کم از کم $\frac{1}{10}$ حصہ اور زیادہ سے زیادہ $\frac{1}{3}$ حصہ ادا کریں۔ اول الذکر چندہ عام ہے اور ثانی الذکر حصہ آمد ہے۔ لازمی چندہ جات میں ایک چندہ جلسہ سالانہ کا ہے جو سالانہ آمد کا $\frac{1}{120}$ ہے

اس کے علاوہ طوعی چندہ جات ہیں مثلاً تحریک جدید۔ وقف جدید۔ درویشن فنڈ نصرت جہاں ریزرو فنڈ وغیرہ۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کی اکثریت ان تمام طوعی چندوں میں برابر حصہ لیتی ہے۔ اور اتنے ذوق و شوق اور جذبہ قربانی سے حصہ لیتی ہے کہ بہت سے دوست تو اپنے لازمی چندوں سے بھی زیادہ مقدار میں ان طوعی چندوں میں رقوم ادا کرتے ہیں۔ جو دوست طوعی چندوں میں جماعت کے جذبہ قربانی کی کسی قدر تفصیل کا مطالعہ کرنا چاہیں انہیں تحریک جدید کے دورِ اول کے چندوں پر مشتمل کتاب "پانچ ہزاری مجاہدین" کو بالاستیعاب پڑھنا چاہیئے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح ایک چھوٹی سی جماعت نے اپنے پیارے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے بیرونی ممالک میں اشاعت اسلام کے لئے لاکھوں روپے حضور کے قدموں میں ڈھیر کر دئے۔

اسی طرح ہمارے موجودہ امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو دو تحریکات (۱) فضل عمر فاؤنڈیشن فنڈ اور (۲) نصرت جہاں ریزرو فنڈ جاری فرمائیں ان میں بھی اندازے سے کہیں زیادہ روپیہ جماعت کے مخلصین نے پیارے امام کے حضور پیش کیا ہے۔ ان دونوں تحریکات میں جماعت نے اس شان سے حصہ لیا ہے کہ اس سے یہ امر ثابت ہو جاتا ہے کہ جماعت کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر کتنا پختہ یقین ہے۔ اور اس کی نصرت پر کتنا زیادہ ایمان ہے یاد رہے کہ کوئی جماعت قربانی کے میدان میں اس وقت تک قدم آگے نہیں بڑھا سکتی جب تک اُسے خدا کی نصرت پر یقین نہ ہو۔ اور خدا کی نصرت منتظر رہتی ہے قربانیوں کی۔ اور چونکہ خدا کے فضل سے ہماری جماعت نے ہر آن اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی قربانیاں پیش کر کے انہیں مقبولِ بارگاہِ الٰہی پایا ہے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی نصرتوں کو ہر آن آسمان سے اترتے دیکھا ہے اس لئے جماعت کا خیر مقدم کرنے کیلئے ترقیات خود آگے بڑھتی آتی ہیں اور منزلِ مقصود خود چل کر قریب آتی جا رہی ہے۔ جو ہمیں ظاہر بیں نگاہوں سے بھی نظر آ رہی ہے۔ ساری دنیا کے مختلف ممالک میں احمدیت کے درخت میں پھل آنا شروع ہو گئے ہیں۔ اور وہ دن بہت قریب ہے جب اسلام سے مراد احمدیت ہی ہوگی۔ انشاء اللہ۔

ان طوعی تحریکوں کے علاوہ بھی متعدد تحریکات ہیں جن میں جماعت احمدیہ کے تمام افراد لقدر وسعت حصہ لیتے ہیں۔ جماعت جوں جوں ترقی کی منازل طے کرتی چلی جا رہی ہے اس کی ضروریات بھی بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ مثال کے طور پر جہاں بھی نئی جماعت قائم ہوتی ہے وہاں مسجد کی تعمیر ضروری ہوتی ہے۔ نئی جماعت کے افراد بھی اس میں حصہ لیتے ہیں اور پرانی جماعتیں بھی حسب حالات مرکز کی اجازت سے حصہ ڈالتی ہیں۔

بعض جماعتیں خود اللہ تعالیٰ کے فضل سے مقامی چندوں سے اس کا انتظام کر لیتی ہیں۔ یہ بڑی ہمت کا کام ہے مگر خدا کے فضل سے ہماری قریباً تمام احمدیہ جماعتوں نے اس کار خیر کے لئے کافی زیادہ ہمت اور کوشش کی ہے۔ کلکتہ کی جماعت نے خود خرچ کر کے ایک شاندار مسجد تعمیر کی ہے۔ جس پر ایک لاکھ سے زیادہ خرچ آیا ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ پھر اللہ تعالیٰ جماعت کے جن مخلصین کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے وہ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے تحت کمالِ اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ چنت کنٹہ ضلع محبوب نگر آندھرا کے محترم سیٹھ محمد معین الدین صاحب نے اس سلسلہ میں ایک مثال قائم کر دی ہے انہوں نے قریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی قربانی کر کے ایک نہایت خوبصورت مسجد چنت کنٹہ میں تعمیر کروائی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر بخشے اور ان کے مال و اخلاص میں برکت بخشے آمین

حیدرآباد کا احمدیہ جوبلی ہال جو ایک مرد خدا حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب رضی سکندرآباد نے تعمیر کروا کر جماعتی مفاد کے لئے وقف کیا تھا مرورِ زمانہ کے باعث کچھ عرصہ قبل منہدم ہو گیا تھا۔ اب اس کی تعمیر نو کا کام ہو رہا ہے۔ اور جس کے لئے مرکز نے ۹۰ ہزار روپیہ دیا ہے۔ کل اخراجات کا اندازہ تین لاکھ ہے۔ باقی تمام رقم حیدرآباد یادگیر اور چنت کنٹہ کی باہمت اور مخلص جماعتیں فراہم کریں گی۔

اس کے علاوہ ہماری جماعت کے مرکز ثانی ربوہ کے انتظام کے تحت بیرونی ملکوں میں تعمیر مساجد۔ ہسپتالوں اور سکولوں کا جو عظیم الشان کام ہو رہا ہے وہ جماعت احمدیہ کی بے مثال قربانیوں کا مظہر ہے۔ تبلیغ و اشاعت کے سینکڑوں مراکز میں تبلیغی کام کے علاوہ ہائر سیکنڈری سکولوں، کالجوں اور ہسپتالوں کا وسیع کام لاکھوں لاکھ روپیہ کے صرفہ سے ہو رہا ہے۔

ننھی بوندیں ہی سیلاب بنتی ہیں

ہمیں یہ برملا اعتراف ہے کہ ہماری جماعت کی اکثریت غرباء پر مشتمل ہے۔ اور مجموعی طور پر اتنی غریب ہے کہ بعض لوگ صرف دو چار روپے سالانہ چندہ دیتے ہیں۔ اور یہی چندہ جب اجتماعیت اختیار کرتا ہے تو لاکھوں بن جاتا ہے ٹھیک اسی طرح جس طرح بارش کی ایک ننھی سی بوند ایک بے حقیقت شے ہے لیکن انہی ننھی بوندوں کی اجتماعیت سیلاب بن جاتی ہے اور لوہے سیمنٹ اور کنکریٹ کے بنے ہوئے بڑے بڑے مضبوط بند اس کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتے ہیں۔ اسی نکتہ کو یوں بیان فرمایا گیا ہے کہ

يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ

یعنی اجتماعیت میں اتنی قوت آخذہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور نصرت کو اپنے سر پر کھینچ لاتی ہے۔ دریا کی ایک لہر کو اگر دریا سے الگ کر لیا جائے تو وہ ایک بے وقعت اور کمزور شے ہے۔ پانی کی دو چار بالٹیوں کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ جب اپنی اجتماعیت (دریا) کا ایک جزو ہوتی ہے تو اس کا تھپیڑا کتنا کر مضبوط سے مضبوط انسان بے بس ہو کر قعر دریا میں چلا جاتا ہے۔ اسی حقیقت کو علامہ اقبال نے یوں بیان کیا ہے ؎

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

۱۹۶۹ء میں یہ خاکسار ایک دورہ پر تھا۔ اس دورہ میں محترم سیٹھ محمد معین الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد اور محترم سیٹھ محمد الیاس صاحب امیر جماعت احمدیہ یادگیر بھی ہمراہ تھے۔ ہم ایک ایسی جماعت میں گئے جس کی اکثریت غرباء پر مشتمل ہے۔ وہاں چندوں کی وصولی کے وقت جو نظارہ نظر آیا وہ بڑا ایمان افروز تھا بالخصوص ان دونوں سیٹھ صاحبان کے لئے جو خدا کے فضل سے ہر سال ہزاروں روپیہ مرکز کو دیتے ہیں۔ وہ دونوں اس نظارہ کو حیرت و استعجاب سے دیکھ رہے تھے۔ اس جماعت کا ایک غریب مگر مخلص دوست آتا اور صرف چند پیسے ادا کر کے (مثلاً ۵۰ پیسے) رسید حاصل کرتا۔ ایک دوسرا مخلص بھائی آتا اور ایک روپیہ اپنی پگڑی کے پلّو سے نکال کر ادا کرتا۔ ایک اور فرزند احمدیت آتا اور ازار بند میں بندھے ہوئے پیسے لرزتے ہاتھوں سے نکالتا۔ ایک اور قابلِ احترام بھائی آتا اور جھجکتے جھجکتے ڈیڑھ روپیہ ادا کرتا اور دونوں سیٹھ صاحبان تصویرِ حیرت بنے انہیں دیکھ رہے اور میں دونوں طرف کے نظاروں میں محو تھا۔ میری نظر سیٹھ صاحبان کی حیرت پر بھی تھی اور اس قابلِ احترام لرزش پر بھی جو اٹھنی یا چونی دینے والے بھائیوں کے ہاتھوں میں تھی۔ مکرم مولوی سراج الحق صاحب انسپکٹر بیت المال رسیدیں کاٹ رہے تھے ایک بھائی آخر پر آئے اپنے بڑھاپے کو قریباً گھسیٹتے ہوئے انہوں نے سیڑھیاں طے کیں۔ تھوڑی دیر اپنے پھیپھڑوں میں سانس کو سنبھالا اور پھر عجزِ مجسم بن کر درد بھری آواز

میں بمشکل اتنا کہہ سکا کہ میں اپنا چندہ صبح دے سکوں گا "۔ میرا جی چاہتا تھا کہ اس بڈھے کا منہ چوم لوں۔ وہ چندہ نہیں لا سکا تھا مگر اس نے اپنا دل نکال کر رکھ دیا تھا اس کا بڑھاپا، اس کے مرتعش اعصاب، اس کی ڈولتی ہوئی ٹانگیں۔ لرزتے ہاتھوں میں کانپتی ہوئی لاٹھی۔ سانسوں کے مدوجزر کو بمشکل سنبھالتا ہوا بوڑھا سینہ اور اس سب سے زیادہ اس کی عجز بھری معذرت! یہ سارا منظر اتنا دردناک تھا کہ شدتِ جذبات سے میرا دل بھر آیا۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اس بڈھے کے لئے نوبل پرائز تجویز کرتا۔ کیونکہ اس کی معذرت کے انداز میں ایک درد پنہاں تھا۔ اس بات کا درد کہ اس وقت وہ اشاعتِ اسلام کے لئے کچھ ادا نہیں کر پایا تھا۔ یہ محبت بھری کسک، اس کے جھریوں بھرے چہرے پر نمایاں تھی۔ اس وقت مجھے وہ بڈھا یاد آگیا جو حضرت موسیٰ کے زمانہ میں بکریاں چرا رہا تھا اور ایک کھیت کی منڈیر پر بیٹھا اپنی جوئیں نکال رہا تھا اور اپنے خدا سے یوں مخاطب تھا کہ

"اے خدا! اگر تو مجھے مل جائے
تو میں تیری جوئیں نکالوں"

اس محبت کا کیا جواب ہو سکتا ہے؟ یہ تو لاجواب اور بے مثال محبت کا ایک نشان تھا۔ اس بڈھے کے نزدیک جوئیں نکالنا ہی محبت کا انتہائی مظاہرہ تھا۔ اور اس تنہا پور کے بڈھے کی معذرت ہی محبت کا عظیم مظہر تھی۔

جب وصولی چندہ کی یہ تقریب ختم ہوئی تو میں نے سیٹھ صاحبان سے کہا کہ دیکھا آپ نے اجتماعیت کا مظاہرہ! یہ چونیاں اور یہ اٹھنیاں مرکز کے کئی لاکھ روپوں کے بجٹ کا ایک عظیم جزو ہیں اور جس طرح مہندسین نے صفر کو سب سے بڑا عدد قرار دیا ہے اسی طرح یہ حقیر اجزائے انتظام ہیں لاکھوں کے۔ اور بیشک سیلاب بڑی قوت ہے مگر ظاہر بین نگاہ ہیں۔ اور اصل بڑی قوت وہ بوند ہے جو اپنی اجتماعیت کے بطن سے سیلاب کو پیدا کرتی ہے بوندیں ہی نہ ہوتیں تو سیلاب کہاں سے آتا!! پس بوند ہی منبع ہے سیلاب کا اور چونی ہی منبع ہے کئی لاکھ کے مرکزی بجٹ کا ـــ برگد کے درخت کو بیشک ناز ہوگا اپنی عظمت و وسعت پر، لیکن وہ بیٹا تو ایک ذرا سے بیج کا ہے جسے ہوا کہیں سے اڑا لائی تھی یا کسی پرندے کی بیٹ سے نکلا تھا!

... اور جماعت کا بجٹ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیت میں یہ پیشگوئی فرمائی ہے کہ

"یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دور از قیاس باتیں ہیں بلکہ یہ اس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال کیونکر جمع ہوں گے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کئے جائیں وہ کثرتِ مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھائیں اور دنیا سے پیار نہ کریں۔"

یہ پیشگوئی اس زمانہ کی ہے جبکہ ابھی جماعت کی تعداد بھی کم تھی اور لنگرخانہ تک کے انتظام کے لئے رقم کا مہیا ہونا مشکل تھا۔ اتنا مشکل کہ ایک موقع پر حضور کو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کا کوئی زیور فروخت کرکے مہمانوں کے کھانے کا انتظام کرنا پڑا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان وعدے اندر ہی اندر اپنا کام کرتے رہے۔ اور جماعت خدا کے فضل سے ترقی کی منازل طے کرتی چلی گئی۔ جماعت سینکڑوں قسم کے طوفانوں میں سے گزرتی ہوئی اپنی تعداد کے اعتبار سے بھی اور قربانی کے لحاظ سے بھی بڑھتی چلی گئی۔ مخالفتوں کے بے شمار سیلاب اٹھے لیکن ان کے نتائج نے ہمیشہ احمدیت کا ساتھ دیا اور آج محض خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت سے جماعت احمدیہ نے ایک طرف دنیا کے کونے کونے میں اپنے مشن قائم کر دئے ہیں تو دوسری طرف اپنے بجٹ کے اعداد کو لاکھوں سے بڑھا کر آٹھویں ہندسے کو چھو لیا ہے۔ کسی اور کو نظر آئے یا نہ آئے جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے ابھی سے دیکھ رہی ہے کہ مزید نصف صدی تک اس کا بجٹ اربوں تک پہنچ جائے گا۔ انشاء اللہ

اس وقت تک جماعت احمدیہ کا بجٹ ایک کروڑ تک پہنچا ہے۔ اپنی تعداد کے لحاظ سے یہ ایک خوش آئند بجٹ ہے۔ یہ صرف مرکزی بجٹ ہے اور اگر بعض ممالک کی ان خودکفیل جماعتوں کے بجٹوں کو بھی ملحوظ رکھ لیا جائے جن کے چندے ان کے ملکوں میں ہی رہتے اور وہیں خرچ ہوتے ہیں۔ اور اگر ان اخراجات کو بھی ملحوظ رکھ لیا جائے جو جماعتیں تبلیغ و اشاعت کے لئے مقامی طور پر کرتی ہیں تو یہ بجٹ ڈیڑھ کروڑ تک پہنچ جاتا ہے۔ فضل عمر فاؤنڈیشن فنڈ اور نصرت جہاں ریزرو فنڈ کی بابرکت سکیموں کے ذریعہ جو عظیم الشان کام ہو رہے ہیں اور ہونے والے ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔

بنظر ظاہر ایک کروڑ یا ڈیڑھ کروڑ کا بجٹ بھی آج کی دنیا میں قلیل ترین ہے۔ جبکہ دنیا کھربوں اور ارب ہا کی باتیں کر رہی ہے لیکن اس وقت تو ایک ایسی جماعت کی بات ہو رہی ہے جو ابھی اپنے بچپن میں سے گزر رہی ہے اور جس کے سامنے ترقی کے بیشمار مواقع اور امکانات موجود ہیں اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بشارتیں بھی موجود ہیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا۔ اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو۔ اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا"

(تذکرہ صفحہ ۵۹۷)

احمدی مائیں بہنیں اور بیٹیاں

یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ قوموں کی تربیت ماؤں کی گود میں ہوتی ہے۔ اور تربیتی لحاظ سے بچے طبعاً ماؤں سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہماری احمدی خواتین بھی قربانی کے میدان میں مردوں کے دوش بدوش چل رہی اور سلسلہ کی تمام تحریکات میں نہ صرف حصہ لیتی ہیں بلکہ اپنے وسائل کی نسبت سے زیادہ قربانی کرتی ہیں۔ چنانچہ جب لنڈن میں مسجد فضل کی تعمیر کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اعلان فرمایا کہ یہ مسجد صرف احمدی خواتین کے چندہ سے تعمیر ہوگی تو ہماری بہنوں نے قربانی کا بے مثال مظاہرہ کیا اور نقد رقوم کے علاوہ اپنے زیورات تک چندے میں دے دئے اور دنیا یہ دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئی کہ ایک چھوٹی سی جماعت کی صرف خواتین نے تثلیث کدہ میں ایک صرفِ کثیر سے مسجد تعمیر کروا دی۔

اس کے بعد جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مسجد ہیگ کیلئے بھی یہ فیصلہ فرمایا کہ اسے صرف احمدی خواتین کے چندہ سے تعمیر ہوگی تو احمدی بہنوں کا جوش و خروش قابل تعریف تھا اس مرتبہ بھی ہماری بہنوں نے قربانی کا شاندار مظاہرہ کیا اور خدا کے فضل سے مسجد کی تعمیر کے تمام اخراجات برداشت کئے۔ اور پھر یورپ میں ایک اور مسجد بھی خالصۃً احمدی بہنوں کے چندہ سے تعمیر ہوئی ہے۔ الحمد للہ۔

ہماری احمدی بہنوں کی یہ شاندار قربانیاں اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ ہماری یہ بہنیں خلوص و قربانی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ اور ہماری آئندہ پود جو ان کی گودوں سے نکل رہی ہے اس کی تربیت بھی اسی رنگ کی ہوگی۔

بعض غیر احمدی دوست ایسے بھی ہیں جن کو احمدی خواتین کے یہ کارنامے بتلائے جائیں تو انہیں تسلیم کرنے میں تامل ہوتا ہے۔ لیکن اگر انہیں ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا جائے کہ ابھی حال ہی میں ہماری ایک افریقن احمدی بہن نے وہاں کی ایک مسجد کی تعمیر کے لئے بیس ہزار پونڈ (تقریباً چار لاکھ روپیہ) عطیہ دیا ہے تو یقیناً انہیں مزید حیرت ہوگی۔

پس احمدیت کا قافلہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نشان دیکھتا ہوا ایک عزم محکم کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ قربانی کے ہر میدان میں سے کامیابی کے ساتھ گزرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے اسے ناقابل شکست حوصلے دئے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی عظیم الشان وعدے بھی دئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضرور ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوئے بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے...... وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت سے پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے"

(الوصیت)

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کے تمام افراد کو قربانیوں کے میدان میں قدم اور آگے بڑھانے کی توفیق بخشے تاکہ اسلام کی تبلیغ کے کام کو اور تیز کر سکیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

زندہ خدا کا زندہ نشان مصلح موعودؓ

از مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

یوں تو کائنات ارضی کے ذرے ذرے میں زندہ خدا کے زندہ نشانات جلوہ گر نظر آتے ہیں لیکن کبھی کبھی اس زندہ خدا کی ہستی کچھ اس نمایاں شان کے ساتھ کائنات پر جلوہ گر ہوتی ہے کہ ہر ظلمت پاش پاش اور ہر تاریک رات روشن ہو جاتی ہے۔

خدا کا وہ نور کبھی حضرت آدمؑ کے ذریعہ ظاہر ہوا تو کبھی حضرت نوحؑ کے ذریعہ کبھی حضرت ابراہیمؑ کے ذریعہ تو کبھی حضرت یعقوبؑ کے ذریعہ کبھی اس حسن نے حسن یوسف میں اپنا جلوہ دکھایا تو کبھی حضرت موسیٰ کے ید بیضا میں پھر آج سے چودہ سو سال قبل ایک نور فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا جس کی ہر کرن خدا کی ہستی کے حسن و احسان کے جلووں سے معمور تھی جس سے زمین پر امن کی گھڑی بڑی منور ہو گئی جس قلب صافی پر اسکی کرن نے اثر کیا رضی اللہ عنہ و رضوا عنہ کے سرٹیفیکیٹ کا وہ مستحق قرار دیا گیا۔ لیکن ایک وقت وہ بھی آیا جب دنیا نے اس نور سے اعراض کیا۔ اور روشنی سے اندھیرے کی طرف بھاگنے کے لئے مضطر ہو گئی۔ زندہ خدا کو چھوڑ کر مسلمان بالخصوص سے رشتہ جوڑا اور ہر دل ہزاروں بتوں کی آماجگاہ بن گیا یہاں تک کہ ایک درد رکھنے والا دل بے اختیار پکار اٹھا ؎

یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے۔
صنم کدہ ہے جہاں میں لا الٰہ الا اللہ۔

ان حالات میں سرزمین قادیان سے احمدؐ عربی کا ایک غلام ایک بطل جلیل اپنے آقا کے نور سے اکتساب کر کے "و آخرین منھم لما یلحقوا بھم" کی جانشینی میں کچھ اس شان کے ساتھ نمودار ہوا کہ دنیا پھر اس نور سے منور ہو گئی اور ایسا معلوم ہوا کہ گویا خدا خود زمین پر اتر آیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کے مشرق و مغرب شمال و جنوب میں ببانگ دہل ہر مخالف کو مقابل پر للکارا کہ کون کہتا ہے کہ خدا زندہ نہیں ہے؟ اور اب وہ بولتا نہیں ہے۔ کون کہتا ہے کہ محمدیت کا نور ماند پڑ گیا ہے؟ کون کہتا ہے کہ دین اسلام کمزور ہو گیا ہے؟ کون کہتا ہے کہ قرآنی تعلیم اب زمانہ کی ضرورتوں کے تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ آپؑ نے امریکہ و یورپ تک میں اشتہارات و رجسٹری خطوط بھیجے، یہ دعوت دیتے ہوئے کہ اگر کوئی صدق دل سے زندہ خدا کے زندہ نشان اور اسلام و حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت و حقانیت کے دیکھنے کا طالب ہے۔ تو میرے پاس آئے میں اس کو نشان دکھاؤں گا۔ قادیان کے بعض ہندو ساہوکاروں نے آپؑ سے عرض کی کہ ہم آپؑ کے پڑوسی ہیں۔ نشان دیکھنے کا ہمارا زیادہ حق بنتا ہے۔ چنانچہ ان کی درخواست پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہوشیارپور تشریف لے گئے۔ اور چالیس دن تک چلہ کشی فرمائی اور دن رات اپنے رب غیور سے ایسے نشان کے لئے عاجزانہ و متضرعانہ دعائیں مانگیں کہ جس کے ذریعہ خدا کی توحید کا بول بالا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا قیام اور اسلام کا شرف و کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ظاہر ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کی دعاؤں کو پایۂ قبولیت بخشا۔ اور ایک عظیم الشان نشانِ رحمت کا ان الفاظ میں وعدہ فرمایا۔

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا ..... سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ اور فتح و ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے ..... سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت اور نسل ہو گا ...... " الخ

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

زندہ خدا کے زندہ نشان پر مشتمل یہ ایک لمبی پیشگوئی ہے۔ اس پیشگوئی کا ایک ایک لفظ مبارک اور خدا کی رحمت سے معطر ہے۔ دشمنوں نے تو یہ کہا تھا

"لڑکا تو کیا تین سال کے اندر آپ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور کوئی نام لیوا باقی نہ رہے گا۔"

لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زندہ اور سچے خدا نے یہ فرمایا تھا۔

"تیری ذریت منقطع نہیں ...... ہو گی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا۔ اور تیری دعوت دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

چنانچہ پیشگوئی کے عین مطابق ۹ سال کے اندر اندر ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں ایک لڑکا غلام زکی (فضل اور احسان کا نشان فتح و ظفر کی کلید) سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ خدا کے سایہ میں وہ مصلح موعود جلد جلد بڑھا اور عین عالم شباب میں مسیحی نفس اور روح القدس کی برکتوں کے ساتھ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوا اور ۵۱ سالہ زرّیں و درخشندہ دور خلافت میں ہر رات اور ہر دن ہر گھڑی اور ہر لمحہ خدا کی توحید کا علم بلند کرنے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت دنیا میں قائم کرنے اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ظاہر کرنے میں گزارا ـــــ پیشگوئی کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف آپؓ کی ذات بابرکات میں پورا ہوا۔ حسن و احسان میں مسیحا کا نظیر سیدنا محمودؓ "فخر رسل" کے آسمانی لقب کے حامل اور ان تمام صفات حسنہ سے متصف تھے جو مذکورہ پیشگوئی میں بیان ہوئیں تھیں اسی نشان کے متعلق خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان ہے۔ جس کو خدائے کریم جل شانہ نے ہمارے نبی کریم رؤف رحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کیلئے ظاہر فرمایا تھا اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے۔

(اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء)

اس مختصر سے مضمون میں کسی حصہ کو چھوڑا ہے۔ اور کسی حصہ کو بیان کیا جا سکتا تاہم کسی قدر اختصار سے چند ایک صفات کا جو حضرت مصلح موعودؓ کی بابت بیان ہوئی ہیں ذکر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

فخر رسل

حضرت مصلح موعود کا ایک آسمانی لقب فخر رسل تھا۔ اور کیوں نہ ناز ہو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس موعود فرزند پر جبکہ اس نے اپنے آپ کو آنحضرتؐ کے عشق میں فنا کر دیا۔ ابھی آپ کی عمر صرف ۱۹ بیس برس کی تھی عشق رسول عربی صلعم کا یہ عالم تھا کہ آپ نے یہ روح پرور اشعار رکھے ؎

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے۔
کہ وہ کوئے صنم کا راہنما ہے۔
مرا دل اس نے روشن کر دیا ہے
اندھیرے گھر کا میرے وہ دیا ہے
مجھے اس بات پر ہے فخر محمودؔ
مرا معشوق محبوب خدا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر حکومت کے قیام کی ایسی تڑپ تھی کہ اپنے مولائے حقیقی سے دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

؎ آپ آکے محمدؐ کی عمارت کو بنائیں
ہم کفر کے آثار کو دنیا سے مٹائیں

پھر اپنی جماعت کو دعائیہ اشعار میں وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

حاکم رہے دلوں پر شریعت خدا کی
حاصل ہو مصطفیٰ کی رفاقت خدا کرے
کہساروں کی وادیوں سے جو نکلا تھا آفتاب
بڑھتا رہے وہ نور نبوت خدا کرے
قائم ہو حکم محمدؐ جہان ... میں
ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے

تا اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ظاہر ہو

حضرت مصلح موعودؓ خود فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ فیصلہ کر چکا ہے کہ وہ مجھ سے احیاء اسلام کا کام لے اور اسلام کی عظمت کو میرے ذریعہ سے قائم کرے۔ اور یہ کام ہو کر رہے گا۔ جلد یا بدیر مبارک ہے وہ جو میرا ہاتھ بٹاتا ہے افسوس اس پر جو میرے راستہ میں کھڑا ہوتا ہے۔"

اور اسی شدید خواہش کا اظہار کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"کاش میں اپنی موت سے پہلے دنیا کے دور دراز علاقوں میں صداقت احمدیت روشن دیکھ لوں مگر ما ذالک علی اللہ ببعید"

چنانچہ آپ نے اپنے دور خلافت میں دنیا کے کونے کونے میں تبلیغ اسلام کے لئے مراکز کھولے تثلیث کو دور .... توحید کی صدائیں بلند کروائیں علوم ظاہری و باطنی سے پر اس عظیم الشان وجود نے اپنی روح پرور

تقاریر ہے اور تصانیف سے چار دانگ عالم میں اسلام کا ڈنکا بجا دیا اور دو صد سے زائد مطبوعات کا وقف جو آپ کی تقاریر و تصانیف پر مشتمل ہے۔ ہمارے لئے چھوڑا جس کو ہم رہتی دنیا تک اسلام کی صداقت و حقانیت کے ثبوت میں پیش کرتے رہیں گے۔

پھر کلام اللہ کے حقائق و معارف آپ پر کھولے گئے۔ قرآن حکیم کی صداقتوں کو فرشتوں سے سیکھا اور دنیا کے سامنے پیش کیا۔ آپ خود ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"قرآن کریم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں مطالب ایسے ہیں جو اللہ تعالٰے نے اپنے خاص فضل سے القاء اور الہام کے ذریعہ مجھے سمجھائے ہیں"۔

چنانچہ آپ نے ۱۹۴۴ء میں اپنے آپ کو مصلح موعود والی پیشگوئی کا مصداق قرار دینے کے بعد دہلی کے جلسۂ عام میں — معارف قرآنیہ بیان کرنے سے متعلق اپنا چیلنج دہراکر فرمایا۔

"آج بھی میں یہ دعوٰی کرتا ہوں بے شک ہزار عالم بیٹھ جائیں وہ قرآن مجید کے کسی حصّہ کی تفسیر میں میرا مقابلہ کریں۔ مگر دنیا یہ تسلیم کرے گی کہ میری تفسیر ہی حقائق و معارف اور روحانیت کے لحاظ سے بے نظیر ہے"۔

تفسیر کبیر کا ایک ایک صفحہ ایک ایک سطر اسی دعوٰی کے ثبوت کی منہ بولتی تصویر ہے۔ چنانچہ ہندوستان کے مشہور اہل قلم اور محقق ادیب علامہ نیاز فتح پوری تفسیر کبیر کی ایک جلد کے مطالعہ کے بعد فرماتے ہیں

"تفسیر کبیر کی جلد سوم آجکل میرے سامنے ہے۔ اور میں اسے بڑی نظر غائر سے دیکھ رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعۂ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویۂ فکر آپ نے پیدا کیا اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا ہے۔ آپ کے تبحر علمی آپ کی وسعت نظری آپ کی غیر معمولی فراست، آپ کا حسن استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے"

اس نشان رحمت کا ایک ایک پہلو آپ کی علمی و عملی زندگی کے لحاظ سے آپ کے کارہائے نمایاں کے اعتبار سے اشہبِ قلم کو تھکا ماندہ کرنے کے در پہ ہے۔ آخر میں یہی کہنے پر مجبور ہوں کہ

دامانِ نگاہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار

زندہ خدا کے زندہ نشان کی صداقت پر اپنے اور بیگانے دوست اور دشمن زمین اور آسمان کچھ زبان قال سے کچھ زبان حال سے شاہد ہیں کہ جس عظیم مقصد کی خاطر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ نشان مانگا تھا۔ وہ مقصد پورا ہوا ایسے وجود روز روز دنیا میں نہیں آیا کرتے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں آپ فرماتے ہیں۔

یاد رہے کہ میں کسی خوبی کا اپنے لئے دعویدار نہیں ہوں میں فقط خدا تعالٰی کی قدرت کا ایک نشان ہوں اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے خدا تعالٰی نے مجھے ہتھیار بنایا ہے اس سے زیادہ نہ مجھے کوئی دعوٰی ہے نہ مجھے کسی دعوٰی میں خوشی ہے میری ساری خوشی اسی میں ہے کہ میری خاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھیتی کے لئے بطور کھاد کام آجائے اور اللہ تعالٰے مجھ پر راضی ہو جائے اور میرا خاتمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے قیام کی کوشش میں ہو"۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا

آخر میں میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالٰے عنہ کے ان الفاظ پر مضمون کو ختم کروں گا کہ

"اے جانے والے! تجھے تیرا عہد خلافت مبارک ہو کہ تو نے اپنے آقا و مطاع مسیح کی امانت کو خوب نبھایا جا۔ اور اپنے آقا سے مبارک باد کا تحفہ لے اور رضوان یار کا ہار پہن کر جنّت میں ابدی بسیرا کر"

؎

محو دُعا ہیں آج سبھی طفل و شیخ و شباب
ملّت کے اس فدائی پر رحمت ہو بے حساب

خلافت ثالثہ کی برکات، سوچ و تحریکات

(بقیہ صفحہ ۱۲)

اور ۱۵ سال سے ۷ سال عمر والے ۱۱ بار اور ۷ سال سے چھوٹے تین بار روزانہ پڑھیں۔

(الفضل ۲ر جولائی ۱۹۶۷ء)

(ج) ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین ہر فرد جماعت روزانہ ۳۳ بار پڑھے۔

(الفضل ۱۶ر فروری ۱۹۶۸ء)

(د) رب کل شیٔ خادمک رب فاحفظنا وانصرنا وارحمنا بکثرت پڑھنے کی تحریک فرمائی۔

(الفضل ۱۸ر اکتوبر ۱۹۶۸ء)

(ر) لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بکثرت پڑھنے کی تحریک فرمائی۔

(الفضل ۲۶ر جون ۱۹۶۸ء)

جماعت کی تربیت اور روحانیت قائم کرنے کی کوششوں کے ساتھ ساتھ اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں بھی حضور پوری توجہ اور انہماک سے کام لے رہے ہیں۔ بیرونی ممالک میں سیدنا حضرت مصلح موعود کے قائم کردہ مشنوں کی آپ نے توسیع فرمائی ہے۔ کئی نئے مشن قائم کئے ہیں اور غیر ممالک میں کئی ایک مساجد کی تعمیر کرائی ہے۔ یورپ کا دو مرتبہ اور ایک مرتبہ مغربی افریقہ کے ممالک کا آپ نے دورہ فرمایا ہے۔ اور تبلیغی حالات کا جائزہ لیا ہے اپریل ۱۹۷۰ء میں آپ مغربی افریقہ کی جماعتوں کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے اور آپ نے اہم ممالک نائیجیریا، غانا، لائبیریا، آئیوری کوسٹ سیرالیون اور گیمبیا کا دورہ فرمایا۔ اس علاقے میں لاکھوں احمدیوں اور دیگر لوگوں نے آپ کے ایمان افروز ارشادات کو سنا۔ جب ان ممالک کے دورہ سے حضور واپس تشریف لائے تو میں بھی ان دنوں اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لئے کراچی میں قیام پذیر تھا ڈرگ روڈ ہوائی اڈہ پر حضور کا جماعت احمدیہ کراچی کی طرف سے والہانہ استقبال کیا گیا ہوائی جہاز سے اتر کر جب آپ ہال میں داخل ہوئے تو حضور کا پر نور اور پرکشش چہرہ — کامیابی کی غمازی کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر احباب کے جھگمٹ میں جب حضور تشریف فرما ہوئے اور دورہ کے بعض اہم واقعات کا تذکرہ کیا تو ان سے پتہ چلا کہ مغربی افریقہ میں اسلام کی فتح اور عیسائیت کی شکست کے آثار نمایاں ہو چکے ہیں حضور نے ان ممالک کے عوام اور حکمرانوں کو اسلام کا محبت اور مساوات کا پیغام نہایت ہی موثر انداز میں پہنچایا حضور کے اس اس دورے میں صد ہا نئے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ درجن سے زائد نئی مساجد اور مشنوں کا افتتاح ہوا۔ جسمانی امراض کے علاج کے لئے ہسپتالوں کے کھولنے کا وسیع پروگرام بنایا گیا اور ان کی تعلیمی ترقی کے لئے۔ اسکولوں اور کالجوں کی ایک اہم اسکیم بنائی گئی۔

حضور نے بتایا کہ مغربی افریقہ میں اسلام و احمدیت کا سورج نہ صرف طلوع ہو چکا ہے بلکہ اس کی فتح کا نقارہ بج چکا ہے۔

فالحمد للہ علٰی ذالک

ٹیچی مان غانا میں ایک عظیم الشان اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالٰے نے فرمایا۔

"میں آپ کے بے ساختہ اظہار محبت سے بہت متاثر ہوا اور میری توجہ آج سے ۸۰ سال پہلے کی طرف مبذول ہو گئی جب ایک تنہا آواز اٹھی تھی۔ تمام دنیا اس آواز کو خاموش کرنے کے لئے جمع ہو گئی لیکن وہ آواز خاموش نہ کی جا سکی کیونکہ اللہ تعالٰے اس آواز کی پشت پر مدد کے لئے کھڑا تھا آج میں نے محسوس کیا ہے کہ آج کی ہر آواز اس آواز کی صدائے بازگشت ہے۔ جس نے بنی نوع انسان کو اپنے خالق کی طرف بلایا تھا۔

(بحوالہ بدر ۱۱ر جون ۱۹۷۰ء)

اللہ تعالٰے سے دعا ہے کہ خلافت ثالثہ کے اس انوار سے معمور دور سے ہم زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور خدا کرے کہ اسلام کا آفتاب پورے جلال و کمال کے ساتھ جلد جلد ساری دنیا کو منور کرے۔ اور خلافت کی یہ نعمت تا قیامت جماعت احمدیہ میں قائم رہے۔

آمین ثم آمین

سرزمین مغربی افریقہ میں غلبۂ اسلام کے آثار

خورشید احمد انور

ارضِ بلالؓ پر استعماریت کا تسلط

مغربی افریقہ کا بیشتر حصہ اُن نوآبادیات پر مشتمل ہے جنہیں آج مغربی سامراج کے چنگل سے آزاد ہوئے رُبع صدی کے قریب عرصہ ہوتا ہے اس نوآبادیاتی دور سے قبل کی تاریخ مغربی استعماری طاقتوں کے سرمایہ دارانہ عزائم اور انسانیت سوز مظالم کی ایک ایسی طویل اور لرزہ خیز داستان ہے جسے سُن کر شرفِ انسانیت کے پرچم مارے شرم کے سرنگوں ہو جاتے ہیں اور ـــ خندہ ان پیشانیاں عرقِ ندامت سے آلودہ ہو جاتی ہیں۔ انسانی بربریت اور وحشیانہ کارگزاریوں پر مبنی تاریک براعظم افریقہ کا یہ دور بلاشک انسانی تاریخ کا ایک سیاہ ورق ہے جو تا زیست شرفِ انسانیت کو داغدار رکھے گا

سامراجی دور میں عیسائیت کا فروغ

تسخیر افریقہ کی کہانی سے آگہی رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ یوروپین اقوام نے اپنے مقبوضات کی حدود کو وسعت دینے اور تا دیر [illegible] ان مقبوضات کو زیر اثر رکھنے کے لئے ہمیشہ ہی فروغِ عیسائیت کو نسخۂ کیمیا کے طور پر استعمال کیا اور نام نہاد عیسائیت کی تبلیغ کو ملکی سیاست میں داخلہ کا ذریعہ بنا کر بہت سے ممالک کو ضعف پہنچایا ہے۔ چنانچہ یہی نسخۂ کیمیا اس مرتبہ بھی استعمال کیا گیا۔ دنیاوی ترقیات، ہوسِ اقتدار اور استحصالِ زر جیسے مقاصد مشئومہ کو اپنے ذہنوں میں چھپائے مغربی تاجروں، سپاہیوں اور بحری قزاقوں کے ساتھ ہی عیسائی منادوں کے جتھے بھی ساحلِ افریقہ پر اترنا شروع ہوئے اور پھر دینِ مسیح کے نام پر ممالکِ افریقہ میں وہی فرسودہ روایتی اور المناک ڈرامہ کھیلا جانے لگا جو صدیوں سے مسیحی استعمار و سامراج کا امتیازی نشان رہا ہے۔

امریکی اور برٹش سامراج سے قطع نظر فرانس نے بھی اپنے پچھتر سالہ عہدِ اقتدار میں افریقی قبائل بالخصوص مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے اور مسیحیت کو فروغ دینے کے لئے جو کوششیں کیں وہ تاریخ کا ایک ایسا عظیم المیہ ہے جسے افریقی عوام تا زیست فراموش نہیں کر سکتے۔

اُفقِ مشرق سے آفتابِ صداقت کا طلوع

یہ وہ اندوہناک دور تھا جب نہ صرف تاریک براعظم افریقہ بلکہ دنیا کا بیشتر متمدن حصہ دجالی فتنوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ تمام روئے زمین پر عیسائیت کو غالب کرنے کے منصوبے مکمل ہو چکے تھے اور مسیحی مناد اپنی ان وقتی کامیابیوں کے نشہ میں چُور برملا طور پر یہ تعلّیاں کرنے لگ گئے تھے کہ:-

”وہ تمام ترقی جو عیسائیت کو انیسویں صدی میں نصیب ہوئی بہت سے عیسائیوں کے نزدیک اُن فتوحات کی محض ایک خفیف سی جھلک ہے جو عیسائیت کو بیسویں صدی میں ملنے والی ہے۔“

(بیروز لیکچرز مطبوعہ ۱۸۹۷ء)

اُفقِ عالم پر بدستور چھایا ہوا اندھیرا ابھی مسلط تھا کہ ناگاہ اُفقِ مشرق سے آفتابِ صداقت کی شعاعیں نمودار ہوئیں جن کی ضیاباریوں سے ارضی و آفاقی تاریکیاں چھٹنے لگیں اور فضائے بسیط منور ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے دجالی فتنہ کے استیصال اور تجدیدِ واحیائے دین کی غرض سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور آپ کے ذریعہ پژمردہ و خوابیدہ انسانیت کو یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ:-

”یقیناً سمجھو کہ نصرت کا وقت آگیا اور ...... یہ وہی صبحِ صادق ظہور پذیر ہو گئی ہے جس کی پاک نوشتوں میں پہلے سے بشارت دی گئی تھی۔“

(ازالہ اوہام صفحہ ۵)

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کا ایک رؤیا

جماعت احمدیہ میں خلافتِ اولیٰ کا بابرکت دور ممالکِ بیرون میں اسلامی مراکز کے قیام کے لئے نقطۂ آغاز کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بابرکت عہدِ خلافت میں جہاں اقوامِ یورپ تک پیغامِ حق پہنچایا وہاں سرزمینِ بلال کی تاریکیاں بھی ہر آن آپ کے مدّنظر رہیں۔ چنانچہ آپ اپنے ایک رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”خدا تعالیٰ نے اس بیماری میں مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ پانچ لاکھ عیسائی افریقہ میں مسلمان ہوں گے پھر فرمایا مغربی افریقہ میں تسلیم یافتہ ہوں گے“ (پیغامِ صلح ۷ مارچ ۱۹۱۴ء)

عہدِ خلافتِ ثانیہ اور براعظم افریقہ

افسوس کہ خلافتِ اولیٰ کا زمانہ اپنی مدت کے اعتبار سے اس قدر مختصر رہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ اپنی حینِ حیات میں اس بدنصیب خطۂ ارضی کی روحانی تشنگی اور دنیاوی پسماندگی کا مداوا نہیں فرما سکے تاہم آپ کے بعد سیدنا حضرت اقدس المصلح الموعودؓ نے اس سرزمین میں اسلام کے مفادات کے تحفظ کی طرف خاص توجہ فرمائی حضور نے تحریک جدید [illegible] جہاں دیگر اسلام و احمدیت کو بین الاقوامی سطح پر متعارف کرایا وہاں خاص طور پر افریقی عوام کو صدیوں کی جہالت اور عیسائیت کی یورش سے نجات دلانے اور اسلام کی زندگی بخش تعلیم سے بہرہ ور کرنے کی غرض سے برٹش ویسٹ افریقہ کے اہم ممالک نائیجیریا (۱۹۲۱ء) غانا (۱۹۲۱ء) سیرالیون (۱۹۳۷ء) گیمبیا (۱۹۶۱ء) فرنچ کا ٹونی آئیوری کوسٹ (۱۹۶۱ء) گنی (۱۹۶۱ء) ٹوگولینڈ (۱۹۶۲ء) اور امریکن کالونی لائبیریا (۱۹۵۶ء) میں مضبوط تبلیغی مشن جاری فرمائے۔ آپ نے افریقی ممالک میں تبلیغ کی اہمیت واضح کرتے ہوئے بارہا اس فوریت کا اظہار فرمایا کہ:-

”خدا تعالیٰ نے افریقن ممالک کو احمدیت کے لئے محفوظ رکھا ہے اور اسلام کی ترقی کے ساتھ ان کا گہرا تعلق ہے ...... پس ہمارے لئے بہت بڑی ہوشیاری اور بیداری کا وقت ہے۔ انتہائی سرعت اور تیزی کے ساتھ کام کرنے کا وقت ہے۔ دنوں اور مہینوں کے اندر ہمیں تمام افریقہ پر چھا جانا چاہیئے۔ اور تثلیث کی بجائے خدائے واحد کی بادشاہت اس ملک میں ہمیشہ کے لئے قائم کر دینی چاہیئے“

(خطبہ ۸ فروری ۱۹۵۶ء)

فتح و نصرت کا دور عہدِ خلافتِ ثالثہ

حضرت اقدس المصلح الموعودؓ نے مغربی افریقہ میں تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا بیج بو کر جہاں حضرت اقدس خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلی خواہش کو عملی جامہ پہنایا وہاں اس خطۂ ارضی میں احمدیت و اسلام کے شاندار مستقبل کے لئے راہیں بھی ہموار کر دیں۔ اپنے بعد خلافتِ ثالثہ کے دور میں غیر معمولی فتوحات اور کامیابیوں کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:-

”دیکھو! میں آدمی ہوں اور جو میرے بعد ہوگا وہ بھی آدمی ہوگا جس کے زمانہ میں فتوحات ہوں گی“

(انوارِ خلافت)

الحمد للہ کہ آج ہم اس دور سے گزر رہے ہیں جو آسمانی افضال اور برکات کے نزول کا دور ہے۔ جماعت احمدیہ کو ہر میدان میں بالخصوص سرزمین مغربی افریقہ میں جو عظیم الشان کامیابیاں پہنچ رہی ہیں وہ [illegible] لے والے اس پرشکوہ دور کی آئینہ دار ہیں جس کے بارے میں حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نہایت پُر شوکت الفاظ میں یہ اعلان فرما چکے ہیں کہ:-

”[illegible] بتا دینا چاہتا ہوں کہ آئندہ پچیس تیس سال جماعت احمدیہ کے لئے نہایت ہی اہم ہیں ... میں پورے وثوق کے ساتھ آپ کو کہہ سکتا ہوں کہ وہ [illegible] دنیا میں ایسے [illegible] آ جائیں گے جہاں [illegible] احمدیت کو قبول کرے گی اور وہاں کی حکومت احمدیت کے ہاتھوں میں ہوگی“

(خطبہ جمعہ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۵ء)

بابرکت سفر مغربی افریقہ

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بابرکت سفر مغربی افریقہ [illegible] افریقہ [illegible] ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے [illegible] اعلائے کلمۃ الاسلام پر منتج بابرکت سفر کے دوران حضور پُر نور نے مغربی افریقہ کے چھ اہم ممالک نائیجیریا، غانا، آئیوری کوسٹ، لائبیریا، سیرالیون اور گیمبیا کا دورہ فرمایا۔ اس اثنا میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نائیجیریا کی فیڈرل ملٹری گورنمنٹ کے ہیڈ اور نائیجیرین مسلح افواج کے کمانڈر انچیف میجر جنرل لیفٹیننٹ گوون۔ غانا کے پریزیڈنشل کمیشن کے چیئرمین بریگیڈیئر ایفریفا اور نائب صدر مملکت جناب ہارلے۔ لائبیریا کے سربراہ مملکت ہز ایکسیلنسی ولیم ٹب مین اور وائس پریزیڈنٹ جناب ٹالبرٹ۔ سیرالیون کے قائم مقام گورنر جنرل جناب بن کا [illegible] سی وزیر اعظم جناب لی سیا کا سٹیونز اور رومن کیتھولک چرچ کے بشپ پادری اور گیمبیا کے صدر مملکت ہز ایکسیلنسی سر داؤدا جوارا کے علاوہ سینکڑوں وزراء مملکت اور اعلیٰ عہدیداران حکومت۔ ہز رائل ہائینس [illegible] چیفس اور دیگر سرکردہ معززین نے خصوصی ملاقاتیں فرمائیں۔ شیدائیانِ احمدیت کے علاوہ لاکھوں تشنہ روحیں حضور کی زیارت سے [illegible] اور روح پرور ارشادات سے مستفیض ہوئیں اور انہوں نے آپ کی زبان سے [illegible]

کو انتہائی عزت و احترام کے ساتھ اپنے اخبارات میں جگہ دی ۔ لائبیریا کے صدر مملکت ولیم ٹب مین نے حضور پُر نور کے اعزاز میں یہ الفاظ کہے کہ :۔

"آج ہماری خوش قسمتی ہے کہ اِس زمانہ کے روحانی بادشاہ ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں"

اسی طرح سیرالیون کے گورنر جنرل جناب بن جانی جان سی نے اِن الفاظ میں حضور کا خیر مقدم کیا کہ

"It is a blessing your coming here."

یعنی آپ کی سیرالیون میں تشریف آوری رحمت کا نشان ہے

ایک اخباری نمائندہ کے اس استفسار پر کہ آپ کا ہم لوگوں کے لئے کیا پیغام ہے ؟ حضور نے فرمایا :۔

"Let humans learn to love humans."

اہم ترقیاتی منصوبے

حضور انور کا یہ بابرکت سفر ابھی جاری ہی تھا کہ اس کے غیر معمولی شیریں ثمرات ظاہر ہونے لگے لیگوس میں اپنے قیام کے دوران حضور نے نائیجیریا کی شمالی مغربی ریاست کے گورنر جناب عثمان فاروق کے یہ الفاظ ریڈیو پر سُنے کہ :۔

"ہماری ریاست اس وقت تعلیمی بحران سے دوچار ہے اور ہم اس بحران کو دور کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں"

اس پر حضور نے فیڈرل پیلس ہوٹل میں مقامی جماعت کے نمائندگان کے سامنے

Leap Forward Programme

کے نام سے ایک عظیم الشان منصوبہ رکھتے ہوئے فرمایا کہ نائیجیریا میں آئندہ پانچ اور سات سال کے اندر اندر ایک باقاعدہ منصوبہ کے تحت سولہ نئے ہائی و ہائر سیکنڈری سکول اور چار نئے طبی مراکز کھولے جائیں

ازاں بعد گیمبیا میں حضور کے قلب صافی پر یہ القاء ہوا کہ مغربی افریقہ کے ان پسماندہ علاقوں کی تعلیمی اور طبی ضروریات کے پیش نظر کم و بیش ۲۵ ۔ ۳۰ میڈیکل سنٹر اور ۷۰ ۔ ۸۰ تعلیمی مراکز کا فوری اجراء ازبس ضروری ہے ۔ اس پر حضور پُر نور نے لندن میں نصرت جہاں ریزرو فنڈ کے نام سے ایک اور بابرکت تحریک احباب جماعت کے سامنے رکھی اور فرمایا کہ :۔

"گیمبیا میں ایک دن اللہ تعالیٰ نے (میرے اپنے پروگرام نہیں بنے دئے بلکہ) بڑی شدت سے میرے دل میں ڈالا کہ کم سے کم ایک لاکھ پونڈ ان ملکوں میں خرچ کرو ۔ اس میں اللہ تعالیٰ بہت برکت ڈالے گا اور بہت بڑے اور اچھے نتائج نکلیں گے"

(الفضل ۱۵ وفا ۱۳۴۹ ہش)

اس سکیم کے ماتحت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے سامنے صرف مالی مطالبہ رکھنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ جماعت کے ٹرینڈ ٹیچرز اور سپیشلسٹ ڈاکٹرز کو بھی سرزمین مغربی افریقہ میں تعلیمی اور طبی خدمات بجا لانے کی غرض سے آگے آنے کی تحریک فرمائی ۔ امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اس آواز پر جماعت نے اُسی رنگ میں والہانہ لبیک کہا جو ہمیشہ سے اس کا طرۂ امتیاز رہا ہے ۔ الحمد للہ کہ نصرت جہاں ریزرو فنڈ اس وقت اپنے مقررہ نشانے سے بھی کہیں آگے جا رہا ہے ۔ اور لیپ فارورڈ پروگرام کے مطابق نائیجیریا غانا ۔ گیمبیا اور سیرالیون کے لئے ۲۰ سے زیادہ احمدی ڈاکٹرز اور تقریباً اسی نسبت سے ٹرینڈ اساتذہ ان ممالک میں اپنی خدمات شروع کر چکے ہیں ۔

نُورِ اسلام کی ضیا پاشیاں

براعظم افریقہ پر لاہی کی تاریک راتیں مسلط رکھنے والی مغربی طاقتیں گو آج بھی اس کوشش میں ہیں کہ اس خطۂ ارضی پر کسی نہ کسی طرح ان کا اثر قائم رہے چنانچہ جہاں فرانس فوجی طاقت آزمائی کر رہا وہاں ذہنی اور روحانی دائرے میں عیسائیت کا پیغام بھی پہلے سے کہیں زیادہ وسیع پیمانہ پر پھیلایا جا رہا ہے اِس صورتِ حال کے ہوتے ہوئے بھی اُفق مشرق سے طلوع ہونے والے آفتاب صداقت کی کرنیں آج کس طرح سے سرزمین مغربی افریقہ کی تاریکیوں پر غالب آ رہی ہیں اس کا کسی قدر اندازہ قارئین ذیل کے فعال تبلیغی مراکز اور دن بدن بڑھتی ہوئی ان کی سرگرمیوں کے مطالعہ سے بخوبی کر سکیں گے ۔

نائیجیریا

نائیجیریا اپنی آبادی (۵ کروڑ) اور وسعت کے اعتبار سے مغربی افریقہ کا سب سے بڑا ملک ہے جسے برطانوی سامراج سے یکم اکتوبر ۱۹۶۰ء کو آزادی ملی ۱۹۲۱ء میں یہاں جماعت کا پہلا مشن قائم ہُوا جبکہ اس وقت ۵ فعال تبلیغی مراکز قائم ہو چکے ہیں ۔ ۱۹۶۸ء کی مردم شماری کے مطابق وہاں پر صرف بالغ احمدی آبادی ۲۲۵ ، ۲ ، ۷ نفوس پر مشتمل تھی ۔ آج بفضلہ تعالیٰ اس ملک کے طول و عرض میں ۱۲۰ سے زائد جماعتیں قائم ہیں مرکز کی طرف سے بھجوائے جانے والے چھ مبلغین کے علاوہ متعدد لوکل مبلغین بھی شب و روز تبلیغ و اشاعتِ اسلام میں مصروف ہیں جبکہ نائیجیریا کی مقامی جماعت نے ابھی حال ہی میں حکومت سے مزید اٹھارہ مبلغین کے داخلہ کی منظوری حاصل کی ہے ۔ نائیجیریا مشن کے زیر نگرانی تمام ملک میں ۷۰ سے زائد مساجد ۱۷ سکول ایک کالج اور تین میڈیکل ڈسپنسریاں قائم ہیں جبکہ نصرت جہاں سکیم کے ماتحت گساؤ کے مقام پر ابھی حال ہی میں ایک نیا سکول جاری ہُوا ہے ۔ ایک وسیع ہسپتال زیر تعمیر ہے ۔ مزید سولہ سکول اور چار طبی مراکز کھولنے کی کوششیں عمل میں لائی جا رہی ہیں ۔ مشن کا ایک ہفت روزہ اخبار "The Outline of Islam" کے نام سے اور ایک رسالہ "The Truth"

کے نام سے جاری ہے ۔ مقامی زبان یوروبا میں قرآن کریم کے پہلے پارے کے ترجمے کے علاوہ بہت سا جماعتی تبلیغی لٹریچر شائع کیا گیا ہے ۔

مقامی طور پر دو مخلص و فدائی احمدی بھائی عدالتِ عالیہ کی منصفی کے عہدہ پر فائز ہیں ۔ اسی مشن کی سرگرم مساعی کا اندازہ اس امر سے بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ گذشتہ ایک سال کے دوران ۱۱ بالا بار اکیپڈو ۔ اموسالی ۔ ادشوگبو اور ایجیبولی نامی علاقوں میں نئی جماعتیں قائم ہوئیں اور ۳۰۰ سے زائد افراد بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے ۔

ٹوگولینڈ

بحر اوقیانوس کے ساحل پر ۱۸ لاکھ آبادی پر مشتمل مغربی افریقہ کا ایک چھوٹا سا صوبہ ہے ۔ گو ٹوگولینڈ میں قیام جماعت کی تاریخ ۱۹۶۰ء سے شمار کی جاتی ہے تاہم پہنچ آزادی سے قبل فرانسیسی عقیدہ نظامت ہونے کی وجہ سے جماعت کو تبلیغی مشن قائم کرنے کے لئے ایک عرصہ تک جدوجہد کرنا پڑی ۔ بالآخر ۱۹۷۰ء میں باقاعدہ تبلیغی مرکز کے قیام کی اجازت ملی ۔ اس لحاظ سے اسی مشن کو قائم ہوئے کوئی خاص عرصہ نہیں گزرا پھر بھی مقامی طور پر جماعت کا کافی اثر و رسوخ ہے موجودہ گورنمنٹ میں ایک مخلص احمدی بھائی اعلیٰ افسر کے عہدہ پر ہیں

غانا

وہ ملک جو ۱۹۵۷ء تک غیر منقسم پینی گولڈ کوسٹ کے نام سے موسوم تھا جو ۴ ، ۱ اپریل ۱۹۵۷ء کو برٹش گورنمنٹ کی گرفت سے آزاد ہوا ۔ غانا میں جماعت کا پہلا مشن ۱۹۲۱ء میں قائم ہوا آج بفضلہ تعالیٰ ملک کے طول و عرض میں ۳۰۰ سے زائد احمدی جماعتیں اور جماعت کی ۱۸۳ شاخیں ۔ ۱۸ سکول ۔ ایک میڈیکل سنٹر اور ۱۷۵ مساجد قائم ہو چکی ہیں ۔ غانا مشن کا سالانہ بجٹ آمد و خرچ دس لاکھ روپے پر مشتمل ہے ۔ اس وقت مرکزی مبلغین کے علاوہ تیس کے قریب افریقن مبلغین بھی تبلیغ اسلام کے کام میں مصروف ہیں ۔ جماعت کا ایک انگریزی ماہانہ اخبار

"The Guidance" باقاعدگی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے ۔ وہاں کی مقامی زبان فینٹی Fanti میں قرآن کریم کا ترجمہ ہو چکا ہے ۔ ۱۹۶۰ء کی مردم شماری کے مطابق بالغ احمدی آبادی ایک لاکھ پچیس ہزار تھی ۔ اگر اس میں بچوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو یہ تعداد پانچ لاکھ سے بھی تجاوز کر جاتی ہے

نصرت جہاں سکیم کے ماتحت ابھی حال ہی میں غانا کے تین شہروں کوکوفو ۔ اسکور اور ٹیچی مان میں تین نئے میڈیکل سنٹر جاری کئے گئے ہیں ۔ اسی طرح نصرت جہاں گرلز اکیڈمی کے نام سے ایک گرلز سکول اور فومینا کے مقام پر ایک اور سکول جاری کیا گیا ہے

جماعتی اثر و رسوخ کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ مرکزی گورنمنٹ میں دو مخلص احمدی وزارت کے عہدوں پر فائز ہیں ۔

آئیوری کوسٹ

چالیس لاکھ نفوس کی آبادی پر مشتمل یہ ملک ۱۹۶۰ء میں فرانسیسی اقتدار سے آزاد ہُوا ۔ کافی تگ و دو کے بعد جماعت کو جولائی ۱۹۶۱ء میں باقاعدہ مشن قائم کرنے کی اجازت ملی اس وقت مرکزی مبلغین کے علاوہ دو لوکل مبلغین بھی فریضۂ تبلیغ انجام دے رہے ہیں یہاں کی ضرورت کے پیش نظر مرکز لماریشس مشن کی طرف سے فرانسیسی زبان میں لٹریچر فراہم کیا جاتا ہے ۔ مقامی زبان جیولا میں قرآن کریم کے پہلے پارے کا ترجمہ شائع کیا گیا ہے ۔ جماعت کی اپنی مسجد اور ایک پرائمری سکول ہے ۔ مشن کا سالانہ بجٹ ۹۲۲۲۰ فرانک ہے

اپر وولٹا

آئیوری کوسٹ کے شمال میں واقع ایک چھوٹا سا ملک ہے جو ۱۹۶۰ء میں فرانس کی غلامی سے آزاد ہُوا ۔ ابتداء میں یہاں پر احمدیت کا پیغام چونکہ آئیوری کوسٹ کے ذریعہ ہی پہنچا اس لئے اسے آئیوری کوسٹ مشن کی شاخ کہنا زیادہ مناسب ہوگا اب حال ہی میں وہاں پر باقاعدہ مشن قائم ہو چکا ہے

لائبیریا

تقریباً دس لاکھ انسانوں کی آبادی پر مشتمل مغربی افریقہ کا وہ خطہ ہے جسے سب سے پہلے یعنی ۱۸۴۷ء میں امریکی استعمار سے آزادی ملی عام اندازہ کے مطابق یہاں مسلمانوں کی آبادی تقریباً ۷، ۱۵ فیصد ہے ۱۹۵۶ء میں یہاں پر جماعت کا پہلا تبلیغی مشن قائم ہُوا جماعت کی ایک بک شاپ ہے جس کی وجہ سے مشن خودکفیل ہے ۔ جماعت کی طرف سے پہلے ہی ایک سکول جاری تھا اب حال ہی میں نصرت جہاں سکیم کے ماتحت لائبیریا کے مغربی صوبہ سکوتو میں منّا کے مقام پر ناصر احمدیہ ہائر سیکنڈری سکول کے نام سے ایک نئے سکول کا اجراء کیا گیا ہے

سیرالیون

۱۹۶۲ء میں انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہُوا ۔ آبادی تقریباً تیس لاکھ جن میں ۴۰ ٪ مسلمان ہیں ۔ اگرچہ سیرالیون میں جماعت کی تبلیغ ۱۹۱۵ء میں ہی پہنچ چکی تھی تاہم باقاعدہ طور پر مشن کا اجراء ۱۹۳۷ء میں ہُوا ۔ اِس وقت ملک کے طول و عرض میں تقریباً ۱۱۰ جماعتیں قائم ہو چکی ہیں ۔ آبادی کی نسبت سے یہاں کی جماعت بفضلہ تعالیٰ بہت بڑی ہے ۔ جماعت کی تقریباً ۸۰ مساجد اور ۱۴ سکول جاری ہیں تو میں مشن کا ذاتی پریس "تعلیم احمدیہ پرنٹنگ پریس" کے نام سے قائم ہے ۔ لوکل زبان مینڈے Mende میں پہلے پارہ کا ترجمہ اور بہت سا تبلیغی لٹریچر شائع کیا گیا ہے ۔ مشن کی طرف سے دو اخبار دی افریقن کریسنٹ The African Crescent اور البشریٰ جاری ہیں ۔ حال ہی میں نصرت جہاں سکیم کے ماتحت جورو ۔ بواجے بو اور روکوپر میں تین نئے میڈیکل سنٹرز کھولے گئے ہیں ۔

گنیا

تیس لاکھ نفوس کی آبادی پر مشتمل مغربی افریقہ کا وہ جزیرہ ہے جو فرانسیسی اقتدار سے ۱۹۵۸ء میں آزاد ہوا۔ عام اندازے کے مطابق یہاں مسلمانوں کی تعداد ۸۵ فیصد ہے۔ تاہم چونکہ یہ جزیرہ روس کے زیر اثر ہے اس لئے ایک عرصہ تک حکومت کی طرف سے مذہبی نشر و اشاعت و تبلیغ پر پابندی رہی۔ ملکی قوانین کی گرفت ڈھیلی ہونے پر جون ۱۹۶۱ء میں یہاں جماعت کا پہلا مشن کھولا گیا جو روز افزوں ترقی پر ہے۔

گیمبیا

تین لاکھ بیس ہزار نفوس کی آبادی پر مشتمل غالباً یہ وہ واحد ملک ہے جو سب سے پہلے برٹش استعمار میں آیا۔ اور سب سے بعد ۱۹۶۵ء میں غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہوا۔ آزاد گیمبیا کے سب سے پہلے گورنر جنرل الحاج سر الف ایم سنگھاٹے مقرر ہوئے جنہیں نہ صرف قبول احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی بلکہ آپ کے ذریعہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا ایک معروف الہام
"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"
بھی بڑی شان و شوکت کے ساتھ پورا ہوا۔ گو یہاں پر جماعت کا تعارف اور قیام کافی عرصہ پہلے ہو چکا تھا تاہم باقاعدہ طور پر مشن کا اجراء ۱۹۶۱ء میں ہوا۔ اس وقت ہمارے مرکزی مبلغین کے علاوہ چار مقامی مبلغین بھی مصروف تبلیغ ہیں۔ جماعت کے دو فعال تبلیغی مشن تین مساجد۔ ایک سکول اور ایک میڈیکل سنٹر قائم ہے۔

سینیگال

فرانسیسی استعمار سے آزاد ہونے والا وہ ملک ہے جس نے تین اطراف سے گیمبیا کو گھیرا ہوا ہے۔ گو یہاں پر جماعت قائم ہو چکی ہے تاہم ابھی تک باقاعدہ تبلیغی مشن کا اجرا نہیں کیا جا سکا البتہ گیمبیا کے قریب ہونے کی وجہ سے سینیگال کی تشنہ روحیں بھی گیمبیا کے دار التبلیغ سے بخوبی فیضیاب ہو رہی ہیں۔

جماعت احمدیہ کی قابل قدر مساعی کا اعتراف

مغربی افریقہ میں جماعت احمدیہ کے سرگرم و فعال تبلیغی مراکز اور ناقابل فراموش تعلیمی و طبی خدمات کا یہ تذکرہ تشنۂ تکمیل رہے گا جب تک کہ اس ضمن میں عالمی پریس اور سرکردہ شخصیتوں کے برملا اعترافات کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے جرمنی کی مشہور پریس ایجنسی Der Nordspiegel اپنے ۷ جون ۱۹۶۵ء کے شمارے میں رقمطراز ہے کہ:-
"اعداد و شمار کے لحاظ سے جماعت احمدیہ کی مغربی افریقہ میں ترقی کا جائزہ یوں لیا جا سکتا ہے کہ غانا میں ۱۴۲ تبلیغی مراکز، سیرالیون میں ۴۴۔ اور نائیجیریا میں ۳۸ مراکز ہیں۔ غانا میں ۱۵۰ مساجد نائیجیریا میں ۱۹ اور سیرالیون میں ۲۵ مساجد تعمیر کی جا چکی ہیں۔ غانا میں جماعت کے ۱۲ سکول نائیجیریا میں ۱۰ اور سیرالیون میں ۴ سکول ہیں۔"

ویسٹ افریقن ریویو ۱۹۶۱ء کی ایک اشاعت میں "اسلام اور مغربی افریقہ" کے زیر عنوان لکھتا ہے کہ:-
"The Ahmadiya sect is small but very active"
یعنی احمدیہ جماعت گو تعداد کے لحاظ سے ابھی چھوٹی ہے لیکن وہ اپنی تبلیغی مساعی کے اعتبار سے بہت ہی فعال جماعت ہے۔
(بحوالہ بدر ۱۶ نومبر ۱۹۶۱ء)

مشہور اخبار مانچسٹر گارڈین ۱۸ اپریل ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں ان خیالات کا اظہار کرتا ہے کہ -
"احمدیہ جماعت غانا میں جنگ عظیم کے وقت سے مصروف تبلیغ اسلام ---- اور ---- غانا کا واحد اسلامی تعلیمی ادارہ ہے۔"

بمبئی سے شائع ہونے والا اخبار "انقلاب" "افریقہ میں اسلام" کی سرخی کے تحت رقمطراز ہے کہ
"اس وقت افریقہ میں تبلیغ کی خدمات صرف احمدیہ مشن انجام دے رہا ہے"
(انقلاب [illegible] جولائی ۱۹۶۲ء)

لاہور سے شائع ہونے والا ماہنامہ سیّارہ اکتوبر ۱۹۶۳ء کے شمارہ میں لکھتا ہے کہ:-
"افریقہ میں اسلام کا پیغام پھیلانے کے لئے احمدیوں کا نظام منظم بھی ہے اور زیادہ وسیع بھی۔"

افریقہ میں مسیحیت کے مشہور نقاد Rev. Roeleoden P. [illegible] جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ:-
"ہندوستانی مسلمانوں کے تمام فرقوں میں یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے مشن افریقن مسلمانوں میں قائم کئے ہیں"
(ترجمہ از انگریزی)

نیروبی (مشرقی افریقہ) سے شائع ہونے والا اخبار "ایسٹ افریقن ٹائمز" جماعت احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیوں کے ضمن میں لکھتا ہے کہ:-
"مغربی افریقہ میں اسلام کی اشاعت صرف جماعت احمدیہ کی پیہم کوششوں کا نتیجہ ہے۔ کوئی شخص اس امر سے انکار کا دعویٰ نہیں کر سکتا"
(یکم اکتوبر ۱۹۶۲ء)

اسی طرح سکھوں کا مشہور اخبار "خالصہ سماچار" امرتسر ان الفاظ میں حقیقت امر کا اعتراف کرتا ہے کہ:-
"افریقہ ایسے پسماندہ ملکوں میں تبلیغ کا میدان زیادہ وسیع ہونے کی وجہ سے یہ (احمدی) لوگ اس طرف خاص توجہ دے رہے ہیں اور حیران کر دینے والی کامیابی حاصل کر رہے ہیں"
(۲ اپریل ۱۹۵۹ء)

عیسائیت سے روز افزوں بیزاری کا جذبہ

حضرت اقدس مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے پون صدی قبل نہایت پُرشوکت الفاظ میں یہ خبر دی تھی کہ:-
"یاد رکھو جھوٹی خدائی یسوع کی بہت جلد ختم ہونے والی ہے۔ وہ دن آتے ہیں کہ عیسائیوں کے سعادت مند لڑکے سچے خدا کو پہچان لیں گے۔ اور پرانے توحید کے چشمہ سے [illegible] وحدہٗ لاشریک کو روتے ہوئے آ ملیں گے"
(سراج منیر ص ۶۶)

آج مغربی افریقہ کا میدان کارزار حضور کے ان الفاظ کی صداقت کا ناقابل تردید اور بیّن ثبوت بن چکا ہے مجاہدین احمدیت کی شبانہ روز تبلیغی سرگرمیوں اور بے مثال علمی و ایمانی قوتوں کو دیکھتے ہوئے عیسائیت محسوس کر رہی ہے کہ وہ جن لوگوں کو اپنا آسان تر شکار سمجھ بیٹھی تھی آج نہ صرف وہی بلکہ افریقہ کے عیسائی قبائل بھی رفتہ رفتہ عیسائیت سے برگشتہ ہو رہے ہیں۔ اور نفرت و بیزاری کا یہ جذبہ روز افزوں ہے۔ چرچ کے اس جانگسل احساس کا کسی قدر اندازہ ذیل کے اعترافات سے کیا جا سکتا ہے
مشرقی افریقہ سے شائع ہونے والا اخبار "ٹانگانیکا سٹینڈرڈ" اپنی یکم نومبر ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:-
"افریقنوں کی عیسائیت سے بے رغبتی اسی طرح بڑھتی رہی تو اندیشہ ہے کہ یہ لوگ اسلام کی آغوش میں چلے جائیں گے"
اسی طرح ایک عیسائی مبصر سیرالیون میں قائم شدہ عیسائی مشن کا آنکھوں دیکھا حال ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ:-
"پورٹ لوکو میں انگریزی چرچ کے پیرو بہت کم ہیں۔ یہ چرچ اس علاقے میں بیسیوں سال سے کام کر رہا ہے اور امریکی مشن نے بھی لوگوں کو عیسائی بنانے کی بے حد کوشش کی ہے مگر جب ہم اس مشن کا معائنہ کرنے کے لئے گئے تو ہم نے دیکھا کہ یہ مشن اپنا کاروبار بند کر رہا ہے۔"
آگے چل کر یہی مبصر سیرالیون احمدیہ مشن کی انتھک مساعی کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ
"حال ہی میں احمدیہ تحریک کی طرف سے جو کہ اسلام کو پہنچی ہے اور جو روکوپر کے علاقہ میں مضبوطی سے قائم ہو چکی ہے۔ وہ اسلام کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی ہے بشہر کا [illegible] میں امریکن مشن کا بند ہو جانا بھی اسی کشمکش کا نتیجہ ہے"
(ورلڈ فارن مشنز)

چرچ کی پسپائی اور اعتراف شکست

اس خطۂ ارضی پر عیسائیت کو جس عبرتناک شکست و ناکامی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس کی تفصیل بھی خود ان ہی کی زبانی سنیئے۔ "ورلڈ کرسچین ڈائجسٹ" ستمبر ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں اپنے ان خدشات کا اظہار کرتا ہے کہ:-
"ان حالات میں افریقہ میں عیسائیت کے پنپنے کے امکانات بہت کم ہیں۔ سوائے اس کے کہ خود افریقہ کے باشندے اپنی ہمت سے چرچ کو سنبھال لیں"
اسی طرح نائیجیریا کا ایک کثیر الاشاعت اخبار Daily Times اپنی ۱۷ ستمبر ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں "مغربی افریقہ میں عیسائیت کا مستقبل" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے کہ:-
"میں سب سے بہتر تجربے میں اپنا فیصلہ دے سکتا ہوں بلکہ میں ایک لفظ میں اپنا فیصلہ دے سکتا ہوں۔ اور وہ لفظ ہے [illegible] یعنی مغربی افریقہ میں عیسائیت کا کوئی مستقبل نہیں ہے"
افریقہ ہی کا ایک اور روزنامہ Daily Mail فری ٹاؤن ۸ نومبر ۱۹۶۳ء کے شمارے میں رقمطراز ہے کہ:-
"ابھی موقع ہے کہ ہم اپنے آپ کو سنبھال لیں ہمیں اس موقع سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیئے لیکن اس امر کا قوی امکان موجود ہے کہ ہم اس موقع کو گنوا دیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام عیسائیت سے بازی لے جائے گا"

اسلام کی حیرت افزا پیش قدمی

افریقن اقوام کی عیسائیت سے بیزاری اور چرچ کو اپنی شکست و ناکامی کا احساس تصویر کے ایک رُخ کو پیش کرتے ہیں۔ آئیے اب تصویر کا دوسرا رُخ بھی ملاحظہ فرمائیے اور عیسائیت کی پسپائی کے مقابلے میں اسلام کی حیرت افزا پیش قدمی کا خوشکن پہلو بھی واقعات کے آئینے میں دیکھئے مشہور رسالہ لائف Life ۸ اگست ۱۹۵۵ء کے شمارے میں رقمطراز ہے:-
"مغربی افریقہ کے بعض علاقوں میں جہاں عیسائی مناد اور اسلامی مبلغین مقابلہ کر رہے ہیں عیسائیت میں داخل ہونے والے ایک شخص کے مقابل پر اسلام میں دس افراد داخل ہوتے ہیں"
(ترجمہ از انگریزی)
عالمی [illegible] ڈبلیو۔ ایم۔ سی۔ سے جنیوا کے مسٹر فریڈ کی سٹرانگ اپنی تصنیف "دنیائے اسلام کی ایک مقدس زیارت"

A Pilgrimage in to the world of Islam میں لکھتے ہیں کہ:-

"ہمارے لئے اسلام کی ترقی کے مسئلہ میں خاص اقدامات لابدی ہیں"

(بحوالہ ہفت روزہ بدر قادیان ۹ اکتوبر ۱۹۵۹ء)

ویسٹ افریقن ریویو ۱۹۶۱ء کی ایک اشاعت میں "اسلام اور مغربی افریقہ" کے زیرِ عنوان رقمطراز ہے کہ:-

"Islam is the major religion in west Africa and increasing rapidly."

یعنی اب اسلام مغربی افریقہ کا ایک اہم مذہب بن چکا ہے اور یہ بڑی سرعت کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔

ایک عیسائی مقالہ نگار Mr. J. Oswald Sanders اسلام کی پیش قدمی اور عیسائیت کی پسپائی کا ذکر کرتے ہوئے "ورلڈ کرسچین ڈائجسٹ" کے جون ۱۹۶۲ء کے پرچہ میں بشپ گرڈیز کا مندرجہ ذیل حوالہ نقل کرتا ہے کہ:-

"اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے ماضی میں عیسائیت کو تین تنہا شکستیں دی تھیں۔ ہاں یہی وہ مذہب ہے جو دنیا کے بعض حصوں میں نہ صرف عیسائیت پر بازی لے جا رہا ہے بلکہ وقت آنے سے پہلے ہی مقابلہ کے لئے تیار ہو جاتا ہے"

اسی طرح کیمبا سے چرچ کی سرپرستی میں شائع ہونے والا اخبار "بیکن" زیرِ عنوان "ہمارے لئے ایک بڑا چیلنج" اسلام اور عیسائیت کے تصادم کے متعلق مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کرتا ہے کہ:-

"اسلام ہمارے لئے سب سے بڑی روک ہے اور غالباً اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہمارے لئے سب سے بڑا چیلنج ہے"

(بیکن۔ اکتوبر ۱۹۶۶ء)

مستقبل قریب میں غلبۂ اسلام کے واضح آثار

مغربی افریقہ میں جماعت احمدیہ کی بے لوث اور انتھک مساعی کے نتیجہ میں اسلام کو ملنے والی ان غیر معمولی فتوحات اور عظیم الشان کامیابیوں کو دیکھتے ہوئے ہم ہی نہیں بلکہ اغیار بھی یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ ماضی اور حال کے مقابلہ میں براعظم مغربی افریقہ میں اسلام کا مستقبل بہت روشن اور یقینی ہے۔ چنانچہ نامور صحافی مسٹر ایچ جی ویلز اپنی کتاب "What is coming" میں اسلام کے خوش آیند مستقبل کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ:-

"Throughout all Africa and Asia there is a great tomorrow for renascent Islam."

یعنی افریقہ اور ایشیا کے تمام ممالک میں نئی روشنی کے اسلام کیلئے ایک شاندار مستقبل ہے۔

ایک اور جریدہ "Hindu" Madras اپنی ۱۴ جون ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ

"Islam was going to become the religion of Africa"

یعنی افریقہ کا آیندہ مذہب اسلام ہوگا۔

اسی طرح امریکہ سے شائع ہونے والا مشہور اخبار نیویارک ٹائمز ۱۶ نومبر ۱۹۵۳ء کے شمارے میں لکھتا ہے کہ:-

"اسلام مغربی افریقہ میں ترقی کی راہ پر گامزن ہے ..... یہ مذہب آخرکار تمام علاقے کو اپنی آغوش میں لے لیگا"

خوش آیند مستقبل اور عظیم ذمہ داری

مندرجہ بالا تفاصیل اور حقائق کو دیکھتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ مغربی افریقہ کے افق پر صبح صادق کا اجالا ہو چکا ہے اور احمدیت کے ابھرتے ہوئے یہ خط و خال اور مذہب اسلام پر آنے والے دورِ شباب اور روشن و تابناک مستقبل کے غماز ہیں۔ یہ احساس کی تیغ گوئی کو نگفتہ بہ نہ ہو گیا ہے کہ افریقہ کا میدان عیسائیت سے چھن کر اسلام کے ہاتھ میں جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک مخلص اور فدائی احمدی کے لئے اسلام کی شوکت و سربلندی سے بڑھ کر اور کوئی امر مسرت و شادمانی کا باعث نہیں ہو سکتا۔ مگر وہ خوشی کے اس عالم میں قدرت کے اس ازلی قانون کو بھی فراموش نہیں کرتا کہ مومنین کے کانوں میں پڑنے والا ہر مژدۂ جانفزا ان کی ذمہ داریوں میں اضافہ کا موجب ہوتا ہے اسی امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ:-

"بڑا ہی اہم اور بڑا ہی مشکل کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے ... اس جد و جہد اور اس کوشش میں اپنی خداداد طاقتوں اور قوتوں، اپنی تدبیر اور اپنی مخلصانہ دعاؤں سے جو اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہیں کام لینا ہے۔ کسی غیر نے ہماری مدد نہیں کرنی۔"

(خطبہ جمعہ ۱۷ وفا ۱۳۴۸ ہش)

اور فرمایا:-

اگر ہم مالی قربانی دیں اور رضاکار آنحضرت پر خدمت بھی کریں اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتے رہیں تو شاید جلد ہی بلکہ ممکن ہے دس سال کے اندر اندر وہاں (مغربی افریقہ) کی غالب اکثریت کے دل جیت لیں ..... اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری ذمہ داریاں پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔" (خطبہ جمعہ ۔۔۔)

قادیان اور درویشانِ قادیان

از حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زہے قسمت کہ دنیا میں فدائے قادیاں تم ہو
تمہاری شانِ درویشی بہ قرباں تاجداری ہے
خدا رکھے تمہیں رہتے جہاں تک خرم و شاداں
یہی کہتا ہے روز و شب ہمارا دردِ مہجوری
فَاِنَّ الْوَصْلَ لِلْعُشَّاقِ رَاحَتُهُمْ وَ فَرْحَتُهُمْ
نہ چھوڑا آستانِ دلربا کو ان حوادث میں
تمہارے دم سے وابستہ ہے رونق اس گلستاں کی
نہیں سمجھی تو آخر ایک دن دنیا یہ سمجھے گی!
بڑھاپے نے جنہیں حسرت کی صورت میں بدل ڈالا
جہاں تک بن پڑا ہم نے دکھائی راہ ہدایت کی
خدا نخواستہ جھکنے نہ پائے پرچمِ ایماں
وفا سے عہد کو نہ موڑا نہ کر پیچھو کہ ...
کبھی دنیا کے ... اپنا ... دینا
کبھی یہ ... نہیں ... ہو ...

مسیحائے محمد کے نشانوں میں نشاں تم ہو
کہ محبوبِ خدا کے آستانے کے پاسباں تم ہو
کہ اب دارالاماں میں یادگارِ عاشقاں تم ہو
کہ کاش ہم بھی وہاں ہوتے جہاں پر شادماں تم ہو
خوشا بختے کہ اس نعمت سے شاد و کامراں تم ہو
جری اللہ کی جرأت کا اک تازہ نشاں تم ہو
زباں پر ضو فشاں تم ہو فلک پر کہکشاں تم ہو
کہ اک قطرہ نہیں ہو بلکہ بحرِ بیکراں تم ہو
ہماری آن تمناؤں کا حزم نوجواں تم ہو
یہ گراں دیکھنا اہلِ جہاں کے پاسباں تم ہو
مصافِ زندگی میں اب خدا کے پہلواں تم ہو
کہ میدانِ وفا میں یادگارِ رفتگاں تم ہو
... جس گراں تم ہو
... اس زمانہ میں ... تم ہو

مبارک ہو تمہیں اس منزلِ محبوب میں رہنا
یہی ہے تختگاہِ احمدِ مرسل جہاں تم ہو

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامل انکشاف — بقیہ صفحہ ۱۶

جو اس دعا کے وقت موجود تھا اور جس کا ظہور آئندہ ہونے والا تھا۔ ان اشعار نے ابہام کو دور کر دیا اور ایسا کامل انکشاف فرما دیا کہ جس سے بڑھ کر ممکن نہ تھا یہ ایک عظیم الشان نشانِ رحمت ہے جو دنیا کی ہدایت کیلئے پیش کیا گیا تھا۔ نشان نمائی کے چیلنج کے بعد جب کوئی نمائندہ سامنے نہ آیا تو آپ نے دعا کے ذریعہ سے اسے یکطرفہ طور پر پیش کر کے سارے اہلِ مذاہب پر اتمامِ حجت کر دی۔ مگر روشنی کے دشمن نہیں چاہتے کہ دنیا اس سے فائدہ حاصل کر کے روشنی و ہدایت پائے اور دنیا پر اسلام و احمدیت کی صداقت و حقانیت ظاہر ہو لیکن روشنی کے دشمن اس میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ کامل انکشاف ہو چکا ہے۔ روشنی آ چکی ہے۔ مصلح موعود کا ظہور ہو چکا ہے اور وہ اپنا مفوضہ کام کر کے دکھلا چکا ہے۔ خدا نے یہی فرمایا تھا کہ کَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا کہ اس امر کا فیصلہ ہو چکا ہے کوئی نہیں جو اسے روک سکے جن کی آنکھیں ہیں وہ دیکھ رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے "ہے" کے لفظ کے ذریعہ سے اس کی موجودگی کا اظہار کیا تھا اور "جو ہوگا ایک دن محبوب میرا" میں اس کے آئندہ ظہور کی اطلاع دی تھی

سو اسے پورا کر دیا اور اس طرح پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء محمود کے ذریعہ سے کمال صفائی سے پوری ہو گئی۔ مصلح موعود ہی کا نام محمود ہی رکھا گیا تھا۔ حضور نے سبز اشتہار میں تحریر فرمایا "مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضلِ عمر ظاہر کیا گیا" (حاشیہ سبز اشتہار صفحہ ۲۱)

پس محمود کو مصلح موعود ماننا ضروری ہے اور اس کے سوا کسی اور لڑکے کو مصلح موعود قرار دینا درجہ کی جہالت و نادانی ہے۔ یہود و نصاریٰ نے بھی ایسے ہی پیشگوئیوں میں سخت ٹھوکریں کھائی ہیں جو مخالفینِ مصلح موعود نے کھائی ہیں۔

فریقِ لاہور کیلئے یکصد روپیہ انعام

اگر فریقِ لاہور کا کوئی فرد مجھ با ما کرا

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی طرف ان کی کتاب مجددِ اعظم کے حوالے سے منسوب کردہ تحریف و بددیانتی کو غلط ثابت کر دے تو میں اسے یکصد روپیہ انعام دینے کیلئے تیار ہوں سرِ دست اور بعد ازاں وغیرہ کے ممبران و دیگر ارکانِ فریقِ لاہور کو ضرور اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ فیصلہ کے لئے ہم

یہ بڑا آسان طریق ہے۔ کیا ہم امید رکھیں کہ کوئی ان میں سے اس طرف توجہ کرے گا؟ دوبارہ باید!

احمدیت کے دو جاں نثار شہداء

از محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے۔ مؤلف "اصحاب احمد" قادیان

(۱)

حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم پر بہ غیب ظاہر کیا گیا تھا کہ اسلام کی اولین تین صدیوں کے بعد ایک ہزار سالہ فیج اعوج کا زمانہ ہوگا۔ اور اس انحطاط و زوال کے بعد لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل او رجال من ھؤلآء کے مصداق مہدی و مسیح کا ظہور ہوگا۔ من کل حدب ینسلون کے مطابق خروج دجال یعنی اقوام مسیحی کی ترقی و عروج رونما ہوا۔ وہ اطراف عالم میں پھیل گئیں۔ اور ساتھ ہی مسیحیت نہایت زور سے پھیلی جس کے جلو میں کفر و طغیان کا سیلاب عظیم امڈ آیا۔ اس عرصہ میں اسلام اور مسلم اقوام کا انحطاط و اضمحلال نہایت کمال کو پہنچا۔ اس وقت سے علماء و امراء و عوام الناس اور عوام امت مسلمہ کا حال حد درجہ اندوہناک ہوچکا ہے۔ اور درحقیقت زندگی کی رمق ان میں باقی نہیں رہی۔ زندگی کے معنی یہ ہیں کہ احساس سود و زیاں ہو۔ جذبۂ اصلاح ہو۔ بے غرضی اور اخوت ہو۔ ایمان و عمل صالح ہو۔ الحب للّٰہ والبغض للّٰہ ہو۔ اور یہ خیر امۃ تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔ اور تواصوا بالحق وتواصوا بالصبر اور انفاق فی سبیل اللہ اور ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ کے ارشادات پر عامل ہو۔

(۲)

امت مسلمہ کے طبقات، مذکورہ بالا کی حالت کیسی ہے۔ کیا مولانا حالی کے زمانہ کے بعد ان کی کچھ اصلاح ہوئی ہے۔ یوں تو یہ امر ظاہر و باہر ہے اور اظہر من الشمس ہے تاہم اس کے بعض گوشے بعض امور کے بیان کرنے سے اجاگر ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس سے عیاں ہوگا کہ کسی قوم کو روحانی طور پر جن امور کی وجہ سے زندہ گردانا جاتا ہے وہ یکسر عنقا ہیں۔

(۱) ــــ ۱۹۶۹ء میں لکھنؤ میں شیعہ سنی فساد برپا ہوا۔ اس بارے میں گورکھپور کے ایک جلسۂ عام میں صدر جلسہ حکیم ابو الکلام صدیقی صدر جمعیۃ العلماء نے قرار داد مذمت پیش کرتے ہوئے کہا کہ:-

"یہ تصادم جس میں جان و مال کی تباہی۔ مساجد و مقابر کی بے حرمتی آتشزدگی۔ کمزوروں، بوڑھوں اور عورتوں پر حملے جس سفاکانہ اور ظالمانہ طور پر ہوئے ہیں یہ نہ صرف ناعاقبت اندیشی کا ایک بدترین نمونہ ہیں بلکہ دین و ملت کی پیشانی پر ایک کلنک کا ٹیکہ بھی ہے۔" (روزنامہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۶ جون ۱۹۶۹ء صـ)

ایسا ہی پرچہ میں مراد آباد کے مسٹر سلیم شاکر کا بیان شائع ہوا ہے جو انہوں نے اخبارات کو دیا اس میں وہ کہتے ہیں:-

"افسوسناک خبر پڑھ کر آنکھوں میں آنسو آگئے۔ .... اس صبر آزما وقت میں ہم نے اپنی عقل کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ مسلمان ایکدوسرے کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ مجروح کر رہے ہیں۔ قتل و غارت کر رہے ہیں..... ہم خود ہی اسلام کو پارہ پارہ کئے دے رہے ہیں........ ہماری تباہی میں کسر ہی کیا باقی رہ گئی ہے جسے ہم پورا کر رہے ہیں...... اب مسلمان اور اسلام .... کا خاتمہ ہم خود اپنے ہاتھوں سے کر رہے ہیں..... (پھر) ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم غیر لوگوں کے خلاف احتجاج کریں..... بہتر یہ ہے کہ ہم ان لوگوں سے کہدیں کہ آپ لوگوں کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم خود ہی آپس میں لڑ لڑ کر اپنا قلع قمع کریں گے۔ آپ بس تماشا دیکھیے..... کتنی شرم کی بات ہے کہ غیر لوگ ہم سے..... کہیں کہ ... اختلافات ختم کیجیے..... ہمیں چلو بھر پانی میں ڈوب جانا چاہیئے۔"

مؤقر مجلہ "معارف" نے اس بارے میں رقم کیا کہ:-

"یہ بڑے شرم کی بات ہے اور غیرت کا مقام ہے کہ ان کے اختلاف میں حکومت ملکہ جن سنگھ تک کو مداخلت کی ضرورت پیش آئے۔ اور اُن کو نقصان مایہ کے ساتھ شماتت ہمسایہ کا بھی تلخ گھونٹ پینا پڑے۔"

(بحوالہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۷ جولائی ۱۹۶۹ء صـ۲)

(۲) ــــ دار العلوم ندوہ کا حال دیکھئے۔ ایک مسلم اخبار نے لکھا کہ اس کی ترقی پسندی ملاحظہ ہو کہ گزشتہ عرصہ میں ایک ششماہی امتحانات ہونے کے سوال پر طلباء میں سخت مار پیٹ ہوئی۔ غیر ہڑتالی طلباء کو بھاگ کر اپنے کمروں میں پناہ لینی پڑی۔ پولیس سے مدد لی گئی اور دار العلوم کو غیر معین مدت کے لئے بند کر دیا گیا۔"

(۳) ــــ جامعہ ملیہ کے قابل فخر ادارہ کا حال پروفیسر اعزاز الدین احمد کے قلم سے سنیئے وہ لکھتے ہیں:-

"مخلوط تعلیم بھی رائج ہوگئی..... اسلامی خصائل پر جو اس کا مقصد اولین تھا زور نہیں ہے۔ عربی پہلے اختیاری مضمون ہوگئی اب دینیات بھی اسی فہرست میں شامل ہوئی..... جامعہ کے نصاب میں دینیات سے جو سلوک روا رکھا گیا ہے..... یہ اہل جامعہ کی اپنی مرعوب ذہنیت..... کا نتیجہ ہے۔" (مؤقر ہفت روزہ "صدق جدید" لکھنؤ مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۶۹ء صـ)

(۴) ــــ "دار العلوم دیوبند ایک تعلیم گاہ ہی نہیں بلکہ ایک ایسا مرکز ہے جہاں سے تہذیب و اخلاق اور روحانیت کے چشمے ابلتے ہیں۔"

یہ رقم کرتے ہوئے "جمعیۃ العلماء" کے ایک معزز ترین رکن اور دار العلوم کی مجلس شوریٰ کے ممبر "حضرت مولانا محمد میاں" صاحب ایک طویل بیان میں بتاتے ہیں کہ اس دار العلوم میں ایسی تعلیمی مراعات حاصل ہیں جو قرب و جوار کے عربی مدارس میں حاصل نہیں اور یہ کہ کس طرح اس کے طلباء کے ایک شر انگیز عنصر نے ایک طالب علم کو صدر چنا اور تعلیمات کے دفتر پر چھاپہ مار کر تمام درسگاہوں کی کنجیاں لے لیں اور اپنے ساتھیوں سے یہ عہد بھی لیا کہ اگر وہ اس کا ساتھ چھوڑیں تو ان کی ازدواجی زندگی ہمیشہ کے لئے خراب ہو جائے وغیرہ وغیرہ اور بالآخر لکھا ہے کہ:-

"مجلس شوریٰ..... (کے اسے بند کر دینے کے) اس آخری فیصلہ کا سبب وہ تمرد اور باغیانہ نمونۂ عمل ہے جو دار العلوم کے لئے بھی تباہ کن ہے اور دار العلوم کی مقدس روایات کے لئے بھی ڈائنامیٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔"

(روزنامہ الجمعیۃ دہلی ۸ اگست ۶۹ء صـ)

فاضل مدیر "صدق جدید" یکم اگست ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں اس بارے میں رقمطراز ہیں:-

"بہرحال انہوں نے یہ دکھا دیا کہ "ترقی" کے مظاہرے اب انگریزی ہی کے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ساتھ مخصوص نہیں اور دنیا کو دکھا دیا کہ جہاں تک "جدیدیت" کا تعلق ہے دیوبند کا قدم بھی اب کسی انگریزی کالج یونیورسٹی سے پیچھے نہیں۔"

(۵) ــــ جماعت اسلامی ہند کے ترجمان روزنامہ "دعوت" دہلی مسلمانوں کی بے حسی پر نوحہ کناں ہے اور ۱۶ جنوری ۱۹۷۲ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:-

"ہمیں (مسلمانوں کے متعلق) بڑی مایوسی ہوتی ہے انہیں نہ تو حالات کی شدت کا احساس ہے نہ تبدیلیوں کے اس تند و تیز طوفان کا جو ہمارے سروں پر منڈلا رہا ہے..... بروقت توجہ نہ دی گئی..... تو ہمارا انجام اچھوتوں سے بھی بدتر ہوگا..... اُن کے اندر نہ تو ذمہ داری کا صحیح احساس ہے نہ ترقی کی امنگ۔ محنت اور جفاکشی جو مسلمانوں کا طرۂ امتیاز رہا ہے اس سے اب وہ محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ ہمارا نوجوان طبقہ ۹ بجے صبح بیدار ہوتا ہے..... مسلمان امراء، علماء اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کا یہ حال ہے کہ انہیں اپنی ذات اور اپنے مفادات کے سوا کسی دوسری چیز سے کوئی غرض ہی نہیں۔ کوئی سیدھی بات ان کی سمجھ میں آتی ہی نہیں..... ہمارے امراء اور مرفہ الحال طبقہ کی دریا دلی کا مظاہرہ صرف شادی بیاہ کے مواقع پر ہی دیکھنے میں آتا ہے..... (نیز) پورے ملک میں عُرسوں پر...... تقریباً چالیس کروڑ روپیہ خرچ ہوتا ہے۔" (لیکن مفید قومی اور ملی اداروں کے قیام سے کسی کو غرض نہیں)

اوقاف کے متولیوں کا یہ عضو معطل طبقہ آج بھی داد عیش دے رہا ہے۔ (اور باوجود اوقاف کی تنظیم کے) اوقاف کی آمدنی پہلے کی طرح خرد برد ہو رہی ہے۔" روزنامہ الجمعیۃ کی رائے میں ان پانچ ارب کی مالیت کے اوقاف کی آمدن سے مسلمانوں کی ملی مالی

مشکلات دُور ہو [illegible]
جدید مورخہ ۴ نومبر ۲-۱۱ (ص۵)

(۶) — مسلمانوں کے ایمان پر جو ڈاکے پڑ رہے ہیں ان کی ایک مثل ہفت روزہ "آزاد نوجوان" بابت ۱۳ / نومبر ۱۹۷۰ء سے سُنیئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ دہلی کی ایک سوسائیٹی "آل انڈیا اسلام اینڈ ماڈرن ایج" کی کالیکٹ شاخ کے ایک اجلاس میں احکامِ قرآنیہ کو ناقابلِ عمل قرار دیا گیا۔ اور اس کے نائب صدر مولوی عبد العزیز مانکوڈو نے حضرت عمرؓ کے متعلق کہا کہ انہوں نے سوسائیٹی کی ترقی کے لئے قرآن کریم کی قانون شکنی کی اور ایک صاحب نے تعدّدِ ازدواج کے تعلق میں اپنی تاریخی تحقیق یوں ظاہر کی کہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی (صحابہ کرامؓ) بیوگان کے زر کو (معاذ اللہ) ہڑپ کر لینا چاہتے تھے اس لئے حضور نے اُن کو ان بیوگان سے شادی کر لینے کا حکم دیا۔

(۷) — احمدیت مسئلہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی تبلیغ و تربیت کے جادۂ مستقیم سے بھٹک گئے۔ الجمعیۃ دہلی کے نامہ نگار بذیل ۸ / جون ۱۹۶۹ء کے اداریہ میں رقمطراز ہیں :-

"مسلمانوں .... (میں) اضافہ تبلیغ کے ذریعہ ہونا چاہیئے۔ اِس زمانہ میں بھی دُنیا کے ہر حصہ میں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی مگر .... اشاعت کے ذریعہ .... مگر گزشتہ پچاس سال میں اشاعت کے دروازے بند ہو گئے۔ اور مسلمانوں میں اضافہ کی رفتار میں بریک لگ گیا اور اس میں مسلمانوں ہی کا قصور تھا۔" (صفحہ ۳)

(۱۳)

حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحبؓ

اس حال میں کہ مسلم طبقات تمام ممالک میں عملاً خدمت و اشاعتِ اسلام سے رُوگرداں تھے، اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ہوئے۔ اور حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور ہُوا اور اس طرح لیظهره على الدين كله کی بنار اسلام کے دورِ ثانی میں بحالت غربتِ اسلام رکھی گئی۔ اغیار نے تو چہار اطراف سے یلغار کر ہی رکھی تھی۔ اپنوں نے فتاویٰ تکفیر کی بھرمار۔ مقاطعہ۔ مساجد سے اخراج۔ آپ کے اتباع کی منکوحہ ازواج کو بغیر جائز علیحدگی کے دوسروں کے لئے جائز قرار دینے۔ قبور سے احمدیوں کی لاشوں کو نکال پھینکنے کے رنگ میں خائفین احمدیت، خدمتِ اسلام اور معاندت اعداء اسلام کر پائے۔ لیکن جماعتِ احمدیہ کا کردار دیکھئے کہ سید الشہداء احمدیت حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحبؓ نے اسلام کی صداقت کی خاطر کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے احمدیت کو قبول کیا تھا، سرزمینِ کابل میں شہید ہو کر اپنی جان احمدیت پر قربان کر دی۔ اپنی قیمتی جائداد اور اہل و عیال کا قطعاً فکر نہ کیا۔ آپ ظاہراً بھی عالی مقام انسان تھے۔ آپ کے مُریدوں کی بہت بڑی تعداد تھی۔ آپ کے تقویٰ و طہارت کا لوگوں پر گہرا اثر تھا۔ خود امیر افغانستان کے سریر آرائے سلطنت ہونے پر آپ سے دستار بندی کی رسم ادا کروائی گئی تھی۔ آپ کے مریدانِ باصفا اور بعد میں آپ کی سنّت کی اتباع کرنے والی ایک کثیر تعداد نے احمدیت کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں یا درجۂ شہادت قبول کیا۔ آپ کی اولاد نے بھی بعد میں بہت تکالیف اٹھائیں۔ ان سب کی قربانی بے مثال ہے۔ جو تاریخ احمدیت میں ہمیشہ سنہری حروف میں رقم ہو گی۔ چونکہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے حالات جماعت میں معروف ہیں اسلئے مختصر ذکر پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے۔

(۱۴)

حضرت صاحبزادہ سید عبد المجید صاحب شہید ابن حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب شہیدؓ

خلافتِ ثانیہ کے ابتدائی دَور میں مرکزِ سلسلہ کی مالی حالت بہت کمزور تھی۔ چنانچہ ۱۹۲۲ء میں جبکہ سرکار کی طرف سے جنگ عظیم اول کی وجہ سے تنخواہیں دُگنی تگنی کر دی گئی تھیں، یہاں تک نوبت پہنچی کہ کارکنانِ سلسلہ کے مشاہروں کے قلیل ہونے کے باوجود اُن میں پندرہ سے بیس فیصدی تخفیف کی گئی اور صدر انجمن کے بجٹ سے میزانیہ میں ستّر ہزار روپے کی کمی کی گئی۔ اور کارکنوں کو پانچ ماہ تک تنخواہیں نہیں ملیں۔ دکانداروں کے قلیل سرمائے مزید اُدھار دینے کے متحمل نہ رہے۔ کارکنانِ قادیان پر فاقے آنے لگے (تقریر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بروئے رپورٹ مشاورت ۱۹۲۲ء صفحہ ۱۸ تا ۲۰) لیکن اس وقت بھی اعلائے کلمۃ اللہ کا کام جاری تھا۔ حضرت شہزادہ عبد المجید صاحبؓ لودھیانوی (دیکھئے از ۱۳ تا ۱۴ صفحات) نے اپنے خرچ پر ایران تبلیغ کے لئے جانا قبول کیا۔ آپ کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح یہ خدمت آپ ہی سے لی جائے۔ اور ضعیفی پیری کو عمدہ غذا اور استعمالِ خضاب سے چھپاتے رہے تا حضور رضی اللہ عنہ اس وجہ سے آپ کو اس خدمت سے محروم نہ فرمائیں ۱۹۲۴ء میں جب آپ کو روانہ کیا گیا تو روپیہ آپ کا تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ لیکن آپ نے جوں توں کر کے تقریباً اڑھائی سال کا عرصہ ہر طرح کی تکلیف برداشت کر کے گذارا۔ آنکھوں دیکھا حال مولانا ظہور حسین صاحب مجاہدِ بخارا نے اپنی آپ بیتی (طبع نو) میں اور بعض دیگر افراد نے بیان کیا ہے کہ شہزادہ صاحب ایک تاریک کمرہ میں بے سر و سامانی کی حالت میں رہتے تھے۔ عرصہ تک غسل نہ کر سکتے کیونکہ وہاں حمّام کے لئے دو آنے مطلوب ہوتے تھے۔ خرچ ڈاک نہ ہونے کی وجہ سے عرصہ تک آپ مرکز میں رپورٹیں نہ بھجوا سکے۔ قادیان میں آپ روٹی نہیں کھاتے تھے بلکہ ڈبل روٹی، فرنی یا کھیر کھاتے تھے۔ لیکن ایران میں آپ خشک روٹی، کبھی دو پیسہ کے انگور کھا کر اور ماہِ رمضان میں کبھی چنے کھا کر روزہ رکھ کر اور کبھی فاقہ کر کے گذارہ کرتے رہے۔ فالتو پارچات فروخت کر کے گرمی کا سامان کیا۔ حضرت پیر منظور محمد صاحب موجد قاعدہ یسّرنا القرآن کی طرف سے رقم آنے پر آپ نے پندرہ سولہ روپے کا پوستین خریدا جس کی وجہ سے شدّتِ برف باری میں آپ بچ گئے۔ یہ ساری تکالیف حضرت شہزادہ صاحب نے برداشت کیں جو کہ افغانستان کے شاہی خاندان کے فرد تھے۔ اور آپ کے تقویٰ کا اثر لوگوں پر تھا۔ عیسائیوں تک پر آپ کا اثر تھا۔ اور آپ نے اس فقر و فاقہ کو برداشت کر کے اور قتل ہونے کے خطرات کو ہمیشہ محسوس اور برداشت کر کے ایک جماعت قائم کی اور علماء و عوام کے علاوہ آپ نے طبقہ امراء تک بھی خاص طور پر پیغامِ حق پہنچایا۔ قریباً ساڑھے تین سال کی مجاہدانہ زندگی بسر کر کے آپ نے میدانِ جہاد میں ہی اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر کے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

احمدیت سے قبل حضرت منشی احمد جان صاحبؓ لدھیانوی جیسے بزرگ کے دستِ پاک پر شہزادہ صاحب نے عین عنفوانِ شباب میں بیعت کر کے ایک انقلاب روحانی پیدا کر لیا تھا۔ آپ کی امامت میں ایک بار قیامِ لدھیانہ کے عرصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نمازیں ادا فرماتے رہے۔ اور آپ کے متعلق حضور علیہ السلام نے تحریر فرمایا :-

"بذاتِ خود نیک چلن اور راست گو اور متقی آدمی ہیں۔" (ایام الصلح)

اور آپؑ کا ایک مکتوب بھی اپنی کتاب میں درج فرمایا۔ اور آپ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک طویل خطبہ میں فرمایا :-

"آپ نہایت ہی متوکّل اور نیک انسان .... اور سیدھے اور نرم مزاج تھے۔ .... دین کے معاملہ میں بہت غیرت رکھتے تھے۔"

"جس طرح قسطنطنیہ کی خوش قسمتی تھی کہ وہاں حضرت ایوب انصاریؓ دفن ہوئے ..... پھر خدا تعالیٰ نے اس (عیسائی) زمین کو دفن ہونے والے کی برکت سے ہدایت دی اور صدیوں تک وہ مسلمانوں کا بہت مضبوط قلعہ رہا ہے ...... اسی طرح یہ ایران کے لئے مبارک بات ہے کہ وہاں خدا تعالیٰ نے ایسے شخص کو وفات دی جسے زندگی میں دیکھنے والے ولی اللہ کہتے تھے۔"

"جو دین کی خدمت کرتے ہوئے فوت ہوں .... (ایسے لوگ) بہت بڑے محسن ہیں .... (اور) قوم میں ..... بیداری پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ...... اُن کے نام زندہ رکھے جائیں .... خدا تعالیٰ فرماتا ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون۔"

—※—

ولادت اور درخواستِ دعا

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم اور بزرگان و احباب کی دعاؤں کے طفیل مورخہ ۸ / اور ۹ / تبلیغ (فروری) کی درمیانی شب کو پہلی بچی سے نوازا ہے۔ محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے بچّی کا نام "مشاہدہ تنویر" تجویز فرمایا ہے۔ نومولودہ مکرم عبد العظیم صاحب درویش کی پوتی اور مکرم مرزا محمد اطہر بیگ صاحب آف کشن گنج۔ کوٹہ (راجستھان) کی نواسی ہے۔ جملہ احباب و بزرگانِ سلسلہ کی خدمت میں مکرر دعاؤں کا خواستگار ہوں، کہ مولا کریم زچہ و بچہ کو صحت و سلامتی سے نوازے۔ عزیزہ نومولودہ کو نیک، صالحہ و خادمہ دین بنائے اور سلسلہ و خاندان کے لئے اس کا وجود موجبِ صد رحمت و برکت ہو آمین۔

خاکسار : خورشید احمد انور۔ نائب مدیر ہفت روزہ بدر قادیان۔

جماعتِ احمدیہ کے ذریعہ عظمتِ قرآنِ پاک کا قیام

از مکرم مولوی محمد عمر صاحب فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن مدراس

قرآنِ کریم وہ عظیم خاتم کُتب سماوی ہے جسے خدا تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کی رُشد و ہدایت اور دنیا کی جسمانی و روحانی رہنمائی کے لئے حضرت خاتم النبیین و خیر المرسلین علیہ السلام کے توسط سے نازل فرمایا۔

خدا تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی تعریف کرتے ہوئے فِیْهَا کُتُبٌ قَیِّمَةٌ فرمایا ہے جس کے معنے ہیں اس عظیم کتاب میں سابقہ کتب کا خلاصہ اور اصولی ہدایتیں اور تمام علومِ حقہ صحیحہ کے اصول اور بنیادی باتیں جمع ہیں اور اس کے بعد انسانی فطرت کو کسی اور رشد و ہدایت یا کتاب کی ضرورت اور احتیاج محسوس نہیں ہوتی۔ نیز خدا تعالیٰ نے اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ فرما کر اس کی عظمت اور حُرمت کو رہتی دنیا تک کے لئے قائم فرمایا ہے۔

مسلمانوں کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ بالکل بے کسی اور بے بسی کی حالت میں جبکہ ان کے پاس کسی قسم کا دنیاوی مال و متاع اور ظاہری ساز و سامان نہ تھا صرف قرآنِ کریم ہی تھا جس نے انہیں غلبہ عطا فرمایا۔ جس نے کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً کَثِیْرَةً کا نظارہ دنیا کو سینکڑوں مرتبہ دکھایا۔

لیکن یہی قرآنِ مجید جو مسلمانوں کی دنیاوی و اُخروی ترقیات کا دار و مدار اور ان کا ملجا و مرجع رہا یہ پیشگوئی فرماتا ہے کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جس میں امتِ مسلمہ مجھے چھوڑ دے گی۔ اور میرے ساتھ بے وفائی کا اظہار کرتے ہوئے مجھے اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دے گی۔ اور میرے ساتھ ہر قسم کی وابستگی ترک کر دے گی حتیٰ کہ میری ان کے دلوں سے اتنی دوری ہو گی جتنی کہ زمین سے ثریا ستارے تک ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے حضور عرض کریں گے کہ میری قوم نے قرآنِ پاک کو مہجور کی طرح چھوڑ دیا۔ گویا یہ ایک پیشگوئی تھی کہ ایک وقت ایسا بھی امت پر آنے والا تھا کہ امت قرآنی تعلیمات سے غافل ہو جائے گی۔

اسی طرح قرآن کریم فرماتا ہے کہ

نَبَذُوْا کِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ

کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی اس عزیز و کریم کتاب کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا ہے۔

چنانچہ اس زمانہ میں یہ تمام پیشگوئیاں حرف بحرف پوری ہوتے ہوئے ہم بچشم خود دیکھ رہے ہیں جس کی تفصیل کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔

حقیقت یہ ہے آج ہمیں مسلمانوں میں ضلالت و گمراہی اور بے دینی کا جو دور دورہ نظر آتا ہے اور خصوصاً مسلمانوں کو ہر شعبۂ زندگی میں اور ہر میدانِ عمل میں ناکامی اور نامرادی اور شکست خوردگی کا جو منہ دیکھنا پڑ رہا ہے اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ ان کے دلوں میں قرآنِ شریف کی عزت و عظمت باقی نہ رہی۔ دینی و دنیاوی فلسفوں اور منطقوں سے مرعوب ہو کر اور دنیاوی چکا چوند سے ان کی آنکھیں خیرہ ہو کر کمالاتِ قرآن سے غافل ہو چکے ہیں۔ اور وہ اس حقیقت کو بھول بیٹھے ہیں کہ مسلمانوں کی دائمی خوش حالی اور ہر قسم کا ارتقاء قرآن کریم کی اتباع کے بغیر ہرگز ممکن نہیں ہے۔

قرآن کریم کی اسی عزت و عظمت اور اکرام و احترام کو از سرِ نو دنیا کے قلوب میں قائم کرنے، مسلمانوں کی کھوئی ہوئی شان و شوکت اور ان کی عظمت و وقار کو دوبارہ قائم کرنے اور ؎

چوں دورِ خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

کے لئے خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو محافظِ قرآن کے طور پر مبعوث فرمایا۔ آپؑ نے قرآن کریم کی عظمت کے قیام کے لئے اپنی ساری زندگی وقف کر دی۔ اس عظیم مقصد کی خاطر ۸۰ کے قریب ضخیم کتابیں تصنیف فرمائیں اور سارے ادیان اور اہلِ کتب کو قرآن کریم کی عظمت اور اس کی شان و شوکت کے مقابل کھڑا ہونے کا چیلنج دیا۔

آپؑ نے نظم و نثر میں اس عظیم کتاب کی خوبیاں اور محاسن بیان فرمائیں۔ ایک موقع پر آپؑ فرماتے ہیں ؎

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاکِ رحماں ہے
بہارِ جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
کلامِ پاکِ یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

(دُرِّ ثمین)

آپؑ اپنی متعدد کتب میں اس بات کا اقرار فرماتے ہیں کہ مجھے جو شرف و مقام حاصل ہوا وہ اطاعتِ قرآن کریم ہی کی وجہ سے عظمتِ قرآن کے پرتَو کے طور پر حاصل ہوا ہے اور میں نے رُشد و ہدایت کا جو چشمہ بہایا ہے وہ بحرِ قرآن مجید میں سے ایک قطرہ ہی کی حیثیت رکھتا ہے۔

قرآنِ کریم کے اسرار و رموز کا ظہور اور ان کے انکشاف کا وقت خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:-

"وہ (قرآن کریم - ناقل) ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے نازل ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے اس نے زمین پر اشاعت پائی اور مسیح موعود کے ذریعہ سے بہت سے پوشیدہ اسرار اس کے کھلے۔ وَلِکُلِّ اَمْرٍ وَقْتٌ مَّعْلُوْمٌ اور جیسا کہ آسمان سے نازل ہوا تھا ویسا ہی آسمان تک اس کا نور پہنچا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اس کے تمام احکام کی تکمیل ہوئی۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں اس کے ہر پہلو کی اشاعت کی تکمیل ہوئی۔ اور مسیح موعود کے وقت میں اس کے روحانی فضائل اور اسرار کے ظہور کی تکمیل ہوئی"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ صفحہ ۵۷)

قرآن کریم کی یہ ایک امتیازی شان ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خدا تعالیٰ نے خود اپنے اوپر لیا ہے اور اس خصوص سے دیگر تمام آسمانی کتب محروم ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

کہ ہم نے ہی قرآن کریم نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

اس وعدۂ الٰہی کے مطابق خدا تعالیٰ نے اس کی ظاہری اور لفظی حفاظت کے لئے علم صرف و نحو۔ علم معانی و بیان۔ علم تجوید۔ علم لغت۔ علم محاورۂ زبان۔ علم قواعد تدریز۔ علم فقہ وغیرہ علوم کی بنیاد ڈالی، جبکہ نزولِ قرآن سے قبل یہ علوم معرضِ وجود میں نہیں آئے تھے۔ اسی طرح اس کی ظاہری حفاظت کے لئے ہزاروں، لاکھوں حفاظ موجود ہیں جن کے سینوں میں قرآنِ کریم محفوظ ہے۔ یہ خوبی کسی اور کتاب کو حاصل نہیں۔

اسی طرح اس کی معنوی حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ نے ہر زمانہ میں امام اور ہر صدی میں مجدد کا انتظام فرمایا چنانچہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی لفظی و معنوی حفاظت کے لئے اور اس کی عظمت و عزت قائم کرنے کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرما کر تحریکِ احمدیت کو قائم فرمایا جو اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا دوسرا نام ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک قرآنِ کریم کی عظمت قائم نہ ہو دجالی طاقتوں کو مغلوب کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ حضرت مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

وَالْقُوَّةُ عَلَیْهِ یَوْمَئِذٍ بِالْقُرْاٰنِ فَاِنَّ شَانَهٗ بَلَاءٌ شَدِیْدٌ کہ دجال کا مقابلہ اس وقت قرآنِ مجید کے ذریعہ ہی ہو سکے گا ورنہ اس کا فتنہ بہت ہی خطرناک ہے

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۳)

احادیثِ شریفہ سے عیاں ہے کہ قتلِ دجال کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وابستہ ہے۔ لہٰذا عظمتِ قرآن کا شرف بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کی جماعت کو ہی حاصل رہے گا۔

آج جماعت احمدیہ کے ذریعہ قرآن کریم کی عظمت کا جو بول بالا ہوا ہے اور ہو رہا ہے اس کے بہت سے اہم پہلو ہیں ان میں سے صرف چند ایک ہی ذیل میں درج کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ قرآن کریم کے متعلق مسلمانوں اور ان کے اکثر علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کا بعض حصہ منسوخ شدہ ہے اس طرح ان کے نزدیک قرآن کریم کا ایک معتدبہ حصہ منسوخ قرار پا کر قابلِ عمل نہیں رہا ہے۔ اس غلط اور خطرناک عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکامِ فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کا تبدیل یا تغییر کر سکتا ہو"

(ازالہ اوہام صفحہ [illegible])

تنسیخِ آیات و احکام کی تردید کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

"قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا آخری ہدایت نامہ ہے وہ نسخ سے محفوظ ہے اس کے اندر جو کچھ ہے وہ قابلِ عمل ہے...... اس کے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف اسی طرح ہے جس طرح کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا [illegible] نہیں [illegible] کوئی تبدیلی کی [illegible] کو بدل [illegible] اندر کوئی [illegible] عبارت بڑھ [illegible] اس کا کوئی حصہ

کم کر کے "
(دعوۃ الامیر صفحہ ۱۴۳)

۲ ——— قرآن کریم کی عظمت ثابت کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:...

"قرآن کریم نے اپنے منجانب اللہ ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں صرف دعوے ہی نہیں کیا بلکہ اس دعوے کو مضبوط اور قوی دلیلوں کے ساتھ ثابت کر دیا ہے "
(نور القرآن حصہ اول صفحہ ۱۲)

یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام دنیا کو بتا دیا کہ قرآن مجید ایسی مدلل اور معقول کتاب ہے کہ اس نے اپنے ہر ایک دعوٰی کے ساتھ خود عقلی دلیل بھی بیان فرما دی ہے۔

نہ صرف یہ بلکہ قرآن کریم کی عظمت ثابت کرنے کے لئے علم کلام کے ایسے اصول بیان فرمائے کہ مخالفین اسلام قرآن کریم اور اس کے دلائل کے آگے ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہوگئے منجملہ ان اصولوں کے ایک اصول یہ بیان فرمایا کہ مذہبی تحقیق کے وقت یہ امر مدنظر رکھا جائے کہ آسمانی مذہب کے مدعی جو دعاوی اپنے مذہب کی طرف سے پیش کریں وہ بھی ان کی اپنی آسمانی کتب سے ہوں۔ اور جو دلائل وہ دیں وہ بھی ان ہی کی کتب سے ہوں۔

یہ اصول ایسا زبردست تھا کہ دوسرے ادیان اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ اگر وہ اس اصول کا انکار کریں یا قبول کریں دونوں صورتوں میں ان کے ادیان کی حقیقت لوگوں پر آشکارا ہو جاتی

۳ ——— حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کی زبان یعنی عربی کو اُمّ الالسنہ قرار دیتے ہوئے قرآن کی عظمت اور اس کا کامل ہونا ثابت فرمایا ہے۔ چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں:—

"کامل کتاب کے لئے کامل بولی میں اترنا ضروری تھا کیونکہ کامل اور ناقص کا پیوند درست بیٹھ نہیں سکتا۔ لہٰذا قرآن شریف عربی میں اترا جو اپنے ہر ایک پہلو کے رُو سے کامل ہے"
(آریہ دھرم صفحہ ۵ حاشیہ)

نیز حضورؑ فرماتے ہیں:—

سُبْحَانَ الَّذِی جَعَلَ الْعَرَبِیَّةَ اُمَّ الْاَلْسِنَةِ کَمَا جَعَلَ مَکَّةَ اُمَّ الْقُرٰی وَجَعَلَ رَسُوْلَنَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْن
(انجام آتھم صفحہ ۲۵۸)

یعنی نہایت پاکیزہ ہستی ہے خدا تعالیٰ کی جس نے عربی زبان کو اُمّ الالسنہ بنایا جس طرح اس نے مکہ مکرمہ کو اُمّ القرٰی اور ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا ہے۔

جماعت احمدیہ نے عالمی زبانوں کی گہری تحقیق کر کے یہ ناقابل تردید حقیقت دنیا کے سامنے پیش کر دی ہے کہ صرف عربی زبان ہی دیگر تمام زبانوں کی اصل اور اُمّ الالسنہ ہے

آج تک اس تحقیق کی تردید نہیں کی گئی۔ اور نہ کی جا سکے گی۔

۴ ——— حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ساری دنیا کے سامنے یہ حقیقت پیش فرمائی کہ بنی نوع انسان کی تمام دینی ضرورتوں کے متعلق قرآن کریم نے کامل اور جامع تعلیم دی ہے آپؑ فرماتے ہیں:—

"تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی"
(کشتی نوح صفحہ ۲۷)

"قرآن شریف کے بعد کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ جس قدر انسان کی حاجت تھی وہ سب کچھ قرآن شریف بیان کر چکا ہے" (چشمۂ معرفت صفحہ ۲۷۴)

"قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر صوری اور معنوی اعراض نہ ہو۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو" (کشتی نوح صفحہ ۱۲۹)

۵ ——— اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد آپ کے خلفاء کرام کو دنیا میں عظمت قرآن کے قیام کا عظیم الشان اور بے نظیر ملکہ عطا فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ نے انہیں قرآن کا خاص علم اور اس کے پوشیدہ حقائق و معارف پر اطلاع دی۔ چنانچہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:—

"قرآن کریم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں مضامین ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے القاء اور الہام کے طور پر مجھے سمجھائے ہیں (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۴۸۳)

نیز آپؓ نے بڑی تحدی کے ساتھ ساری دنیا کو مخاطب کر کے فرمایا:—

"مجھے بھی قرآن کریم کے ایسے معارف عطا کئے گئے ہیں کہ کوئی شخص خواہ کسی علم کا جاننے والا اور کسی مذہب کا پیرو ہو قرآن کریم پر جو چاہے اعتراض کرے اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں اس قرآن سے ہی اس کا جواب دونگا میں نے بارہا دنیا کو چیلنج کیا ہے کہ معارف قرآن میرے مقابلہ میں لکھو حالانکہ میں کوئی مامور نہیں ہوں۔ مگر کوئی اس کے لئے تیار نہیں ہوا۔.... میرا دعوٰی یہ ہے کہ میں نئے معارف بیان کروں گا۔"
(تبلیغ حق صفحہ ۶۵)

علاوہ ازیں دہلی کے ایک جلسۂ عام میں معارف قرآن بیان کرنے سے متعلق اپنا چیلنج دوہرایا:—

"اب بھی میں یہ دعوٰی کرتا ہوں کہ بیشک ہزار عالم بیٹھ جائیں اور قرآن مجید کے کسی حصہ کی تفسیر میں میرا مقابلہ کریں مگر دنیا یہ تسلیم کرے گی کہ میری ہی تفسیر حقائق و معارف اور روحانیت کے لحاظ سے بے نظیر ہے"

چنانچہ آپ نے قرآن کریم کی بے نظیر اور بے بہا تفسیر دنیا کے سامنے پیش فرمائی جو "تفسیر کبیر" کے نام سے کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپؓ کے علوم قرآنی میں تفوق کا ایک زمانہ قائل ہے۔ علامہ نیاز فتحپوری جیسے مایۂ ناز عالم بھی آپ کی تفسیر کبیر کی تعریف میں رطب اللسان رہے اور آپؓ کی قرآنی علمیت کے ہنوا علیہ میں اپنے آپ کو طفل مکتب کہنے پر مجبور ہوئے۔ بخوف طوالت اس حصہ کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔

۶ ——— حضرت مصلح موعودؓ کی ایک علامت خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً یہ بتائی "قومیں اس سے برکت پائیں گی"

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے بارے میں فرمایا ہے وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ (انبیاء۔ آیت ۵۱) یعنی قرآن کریم ایک بابرکت ذکر ہے جس کو ہم نے اتارا ہے۔ حضورؓ کے ذریعہ قوموں کے برکت پانے سے یہ بھی مراد ہے کہ آپ کے ذریعہ مختلف اقوام و ملل قرآن کریم کے علوم و معارف حاصل کریں گی۔ چنانچہ آپ کے ذریعہ دنیا کے مختلف خطوں کی قوموں نے آپ کے علوم قرآنی سے یوں برکت پائی کہ قرآن پاک کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع ہوئے۔ آج صفحۂ عالم پر جماعت احمدیہ ہی وہ واحد جماعت ہے جس نے قرآن کریم کے ترجمے انگریزی ڈچ۔ جرمن۔ سواحیلی۔ ڈینش۔ انڈونیشین۔ مالابائی لینٹی۔ فرانسیسی۔ ایسپرانٹو۔ سندی اور گورمکھی زبانوں میں شائع کئے ہیں۔ اور مزید ایک درجن تراجم مختلف عالمی زبانوں میں تیار ہیں۔ یہ تراجم ایسے ہیں جن کی افادیت کا اظہار یورپ کے مستشرقین اور امریکہ کے دانشوروں نے کیا ہے چنانچہ مشہور پروفیسر H.A.R. GIBB لکھتے ہیں:—

The characteristics of Quranic teachings thus authoritasively expounded are certainly modern and in most respects admirable. If the united nations could act to the principles here laid down it might regain some of its prestige

یعنی قرآنی تعلیمات کو جامعیت کے ساتھ پیش کرنے کا یہ انداز یقیناً جدت کا حامل اور ہر طرح تحسین کے قابل ہے۔ اگر انجمن اقوام متحدہ اس میں بیان کردہ اصولوں پر عمل پیرا ہو سکے تو یقیناً کسی حد تک اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر سکتی ہے!!

اسی طرح Mr Richard Bell لکھتے ہیں:—

This attempt to present the teaching of the Quran in a form adopted to the needs of the present is a sign of spiritual life and missionary enterprise, and is on the whole enlightened and progressive.

یعنی قرآنی تعلیمات کو ایسی شکل میں پیش کرنے کی کوشش جو موجودہ زمانہ کی ضروریات کے مناسب حال ہو روحانی زندگی اور تبلیغی جدوجہد کی آئینہ دار ہے اور مجموعی لحاظ سے روشن خیالی اور ترقی پسندی پر دلالت کرتی ہے

العرض تقاضۂ زمانہ کی تکمیل کی خاطر قرآن کریم کی تعلیمات اور ہدایات کو موجودہ زمانہ میں مختلف اقوام و ملل اور مختلف زبانوں میں پیش کر کے اس کی عظمت کے قیام کی کوشش کرنے کا شرف فی زماننا صرف جماعت احمدیہ کو حاصل ہے۔

۷ ——— جماعت احمدیہ نے جہاں یہ کوشش کی کہ قرآنی تعلیمات مختلف زبانوں میں دنیا کے کناروں تک پہنچائی جائیں وہاں افراد جماعت احمدیہ کے اندر قرآن شریف کے ساتھ عشق و محبت اور شغف پیدا کرنے کے لئے بھی حفظ قرآن، درس و تدریس اور قرآنی کلاسز وغیرہ کا انتظام کیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں بفضلہ تعالیٰ جماعت کو قرآنی علوم کی معرفت حاصل ہوتی ہے

خلیفۂ وقت سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً جماعت کے سامنے اپنے روح پرور خطبات اور ارشادات کے ذریعہ جماعت کو قرآنی علوم کے حصول کی تلقین فرماتے ہیں حضور تحریک تعلیم القرآن کے متعلق فرماتے ہیں:—

"اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی ہے کہ وہ تعلیم القرآن کی سکیم اور عارضی وقف کی مہم میں بہت برکت ڈالے گا اور ان تحریکوں کے ذریعہ انوار قرآن زمین پر محیط ہو جائیں گے .... ضروری ہے کہ ہر احمدی اپنے دل کو نور قرآن سے اتنا منور کرے کہ دیکھنے والوں کو اس کے وجود میں قرآنی نور ہی نظر آئے اور پھر ایک معلم اور اُستاد کی حیثیت سے تمام دنیا کے سینوں کو انوار قرآنی سے منور کرنے میں ہمہ تن مشغول ہو جائے (الفضل ۱۰ اگست ۱۹۶۶ء)

اور جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض حضور نے یوں بیان فرمائی:—

"میں پھر تمام جماعتوں کے تمام عہدیداران خصوصاً امرائے اضلاع کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ قرآن کریم کا سیکھنا جاننا، اس کے علوم کو حاصل کرنا اور اس کی باریکیوں پر اطلاع پانا اور ان راہوں سے آگاہی حاصل کرنا جو قرب الٰہی کی خاطر قرآن کریم نے ہمارے لئے کھولی ہیں از بس ضروری ہے اس کے بغیر ہم وہ کام انجام نہیں دے سکتے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے ... جماعت کا ایک فرد بھی ایسا نہ رہے .. جسے قرآن کریم ناظرہ پڑھنا نہ آتا ہو اور جس نے اپنے ظرف کے مطابق قرآن کریم کے معارف حاصل کرنے کی کوشش نہ کی ہو (الفضل ۱۷ دسمبر ۶۶ء)

اللہ تعالیٰ سارے جہان کو انوار قرآنی سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے

آمین

سب سے پہلے تلوار بے نیام کرنے والے صحابی

بے مثال شجاع حضرت زبیرؓ بن العوام

از مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف

حضورؐ پرنور کے ہمزلف، حضرت اسماءؓ کے خاوند، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت زبیرؓ حضورؐ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ دادا کا نام خویلد تھا حضرت خدیجہؓ کے باپ بھی خویلد تھے۔ اس طرح حضرت زبیرؓ رشتہ میں حضرت خدیجہ کے بھتیجے ہوئے۔ نوعمری میں انہوں نے اسلام کو قبول کر لیا تھا۔ سیدنا حضرت ابوبکر کی بیعت کے کچھ بعد انہوں نے بیعت کی تھی۔ بیعت کرنے والوں میں سے یہ چوتھے یا پانچویں تھے اس وقت ان کی عمر پندرہ سال کے لگ بھگ تھی تقریباً نصف صدی تک ان کو اسلام کی خدمت کا موقع ملا۔ والدہ نے کنیت ابوطاہر رکھی تھی۔ یہ اپنے بیٹے عبداللہ کی وجہ سے ابوعبداللہ کہلاتے تھے۔ مکہ میں جب حضورؐ نے مہاجرین میں مواخات قائم فرمائی تو ان کو حضرت عبداللہ بن مسعود کا بھائی مقرر فرمایا۔ مدینہ آکر جب انصار اور مہاجرین میں مواخات قائم فرمائی تو ان کے اور سلمہ بن سلامہ کے درمیان مواخات قائم ہوئی۔

فضیلت زبیرؓ

حضرت زبیرؓ عشرہ مبشرہ میں سے تھے یعنی ان خوش نصیب صحابہؓ میں سے تھے جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوشخبری دی تھی۔ ان کو تمام غزوات میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں بھی شامل تھے۔ یہ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے خدا کی راہ میں تلوار کو بے نیام کیا۔ ہوا یوں کہ مکہ میں مشہور ہو گیا کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا ہے حضرت زبیرؓ تلوار سونت کر گھر سے نکل پڑے۔ حضورؐ تک پہنچے۔ حضورؐ نے فرمایا زبیر! کیا ہوا؟ عرض کی کہ میں نے اس طرح سنا تھا۔ حضورؐ نے ان کو دعا دی اور ان کی تلوار کے لئے بھی دعا کی۔ (اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۷)

حالات حضرت زبیرؓ

انہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے حواری کا خطاب دیا تھا۔ یہ خطاب انہیں جنگ احزاب کے موقع پر ملا تھا واقعہ یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی گئی کہ دشمن پراگندہ ہو گیا ہے۔ حضور باہر تشریف لائے۔ اس رات بارش ہوئی تھی اور سخت سرد ہوا چلی تھی۔ جس سے کفار کے تمام روشن کردہ الاؤ بجھ گئے تھے خیمے اکھڑ گئے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کوئی ہے جو کفار کا پتہ کرے۔ حضرت زبیرؓ نے عرض کی حضور میں حاضر ہوں۔ حضورؐ نے پھر آواز دی کفار کی خبر کون لائے گا۔ حضرت زبیرؓ نے پھر حضورؐ کی آواز پر لبیک کہا۔ اور عرض کی خاکسار حاضر ہے۔ تیسری بار پھر حضورؐ نے پکارا تو بھی حضرت زبیرؓ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ تب حضورؐ نے فرمایا:۔

اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ حَوَارِیًّا وَاِنَّ حَوَارِیَّ الزُّبَیْر

کہ ہر نبی کا حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق) قریظہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا تھا میرے باپ تجھ پر قربان (اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۷) اور ایک صحابی کے لئے یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ آقا نے اسے کہا میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلافت کے لئے جو کمیٹی تشکیل فرمائی تھی حضرت زبیرؓ بھی اس کے ممبر تھے۔

(اسد الغابہ جلد ۲ حالات زبیر بن العوام)

شجاعت زبیرؓ

اوپر یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت زبیرؓ تمام غزوات میں شریک رہے۔ احد کے دن زرد رنگ کی پگڑی باندھے داد شجاعت دیتے رہے۔ جن صحابہؓ کو اس دن فرشتوں کی تائید اور نزول کی سعادت نصیب ہوئی۔ زبیرؓ بھی ان میں سے تھے (اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۷) ان کے کندھے پر دو زخم بھی بدر کے دن آئے۔ ان کے بیٹے عروہ بیان کرتے ہیں کہ جب زخم مندمل ہو گیا تو اس کا گھاؤ اتنا گہرا تھا کہ میری انگلیاں اس میں چلی جایا کرتی تھیں۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ بدر) اور اس شدت سے انہوں نے بدر کے دن تلوار چلائی تھی کہ تلوار میں دندانے پڑ گئے تھے۔ یہ تلوار پھر ان کے بیٹے عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس تھی۔ چنانچہ ان کی شہادت کے بعد حضرت زبیرؓ کی تلوار ان دندانوں سے شناخت کی گئی تھی۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ بدر) ان کی شجاعت کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ جنگ میں یہ اپنے بیٹے عبداللہ کو بھی ساتھ لے گئے تھے۔ اس وقت عبداللہ کی عمر صرف دس سال تھی۔ ان کو گھوڑے پر بٹھا دیا تھا اور ایک آدمی ان کے ساتھ کر دیا تھا۔ یہ واقعہ بھی بخاری کے اسی باب میں ہے۔ بچوں میں شجاعت پیدا کرنے کے لئے انہیں نڈر اور بے خوف کرنے کے لئے یہ طریق تھا۔ جنہوں نے اپنے بچپن میں معرکے دیکھے ہوں باپ کو داد شجاعت دیتے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ زخموں کے گھاؤ سے وہ کھیلتے رہے ہوں وہ کیوں نہ بڑے ہو کر موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرائیں گے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے شجاعت کا انمٹ نقش چھوڑا۔ جب حجاج نے خانہ کعبہ کا محاصرہ کیا تو حضرت اسماءؓ نے بھی اس موقع پر ایک مسلمان خاتون کی طرح جرأت اور صبر کا بے مثال نمونہ دکھایا۔ جب یہ بیٹے کی لٹکتی لاش کے پاس سے گزریں تو فرمایا ابھی وقت نہیں آیا کہ سوار گھوڑے سے اترے اور بیٹے کو وداع کرتے وقت جو تاریخی فقرات کہے تھے انہیں بھی تاریخ نے محفوظ رکھا ہے۔ زرہ پہن کر جب حضرت عبداللہ ماں سے رخصتی سلام کرنے آئے تو بیٹے کو پیار دیا اور کہا بیٹا! جب خدا کی راہ میں جان دینی ہے تو پھر یہ زرہ کیا۔ اور جب حضرت عبداللہؓ نے کہا میرے متعلق یہ اعلان کیا گیا ہے کہ میرے قتل کے بعد لاش سے یہ سلوک ہو گا تو فرمایا بیٹا جب بکرا ذبح کیا جاتا ہے تو اس کو کیا کہ اس کی کھال سیدھی کھینچی جائے یا الٹی۔

بدر کے دن جب مشہور کافر ابوذات الکرش عبیدہ بن سعید بن عاص لڑنے میں ڈوبا ہوا میدان میں یہ نعرہ بلند کرتا آیا کہ میں ابوذات الکرش ہوں اس کی صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ تو حضرت زبیرؓ آگے بڑھے اور تاک کر نیزہ اس کی آنکھ میں ایسا مارا کہ دشمن خاک پر لوٹنے لگا۔ پھر اس کے سینے پر پاؤں رکھ کر نیزہ کھینچا۔ نیزہ اس بری طرح پیوست ہو چکا تھا کہ کھینچنے سے ٹیڑھا ہو گیا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو زبیرؓ کو کہا یہ نیزہ مجھے دے دو۔ حضورؐ کے وصال کے بعد یہ نیزہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہا۔ اور آپؓ کے بعد حضرت عمرؓ اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ اور پھر آل علیؓ کے پاس منتقل ہوا پھر اس نشانی کو عبداللہ بن زبیرؓ نے سینہ سے لگائے رکھا۔

(بخاری کتاب المغازی باب شہود الملائکہ بدر)

حضرت زبیرؓ جنگ یرموک میں

شام و مصر کے معرکوں میں بھی انہیں شامل ہونے کا موقع ملا تھا۔ یرموک کا معرکہ شام کے معرکوں میں بڑا خونریز معرکہ تھا۔ کفار نے اس دن پاؤں میں بیڑیاں پہن رکھی تھیں کہ مر جائیں گے میدان سے نہیں ہٹیں گے۔ اور آہنی دیوار بن گئے تھے۔ یہ جنگ ۱۵ھ ہجری میں ہوئی۔ کفار کے ستر ہزار سپاہی گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیئے گئے۔ اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا تھا۔ مسلمانوں کے امیر ابوعبیدہ بن جراح تھے جنہیں حضورؐ نے امین الامت کا خطاب دیا تھا۔ اور کفار کے سپہ سالار باہان تھے۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے حضرت زبیرؓ سے کہا زبیر حملہ کرو ہم تمہارے ساتھ ہوں گے۔ حضرت زبیرؓ نے کہا کہ تم میرا ساتھ نہیں دے سکو گے پیچھے رہ جاؤ گے۔ صحابہؓ نے کہا پیچھے نہیں رہیں گے تم حملہ کرو۔ چنانچہ زبیرؓ نے حملہ کیا اور تلوار چلاتے ان کی صفوں کو چیر کر ان کے عقب میں جا نکلے۔ پھر واپس پلٹے تو دشمنوں نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کندھے پر وار کیا۔ اور گہرا زخم آیا۔ ان کے کندھے پر تین زخم تھے بدر کے دو زخموں کے درمیان یہ تیسرا زخم آیا تھا۔ لیکن لڑتے مارتے پھر ان کی صفوں کو الٹتے واپس آگئے

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ بدر)

آپ رضی اللہ عنہ کی وفات

اسلام کے لئے سب سے پہلے تلوار سونتنے والے جنہیں اسی دنیا میں جنت کی خوشخبری مل گئی تھی اور جنہوں نے نصف صدی تک اسلام کے لئے تلوار کو بے نیام رکھا ۳۶ہجری میں جب معاویہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان لڑائی تھی، ایک مسلمان ابن جرموز کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی گئی تو آپؓ نے فرمایا کہ خبر کہ ابن صفیہ کے قاتل کو دوزخ کی آگ کی خوشخبری دے دو۔

(اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸)

زکوٰۃ

اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے
کیا آپ اپنی زکوٰۃ مرکز میں بھجوا چکے ہیں؟

سرینگر کا کوہِ زیتون ۔ تختِ سلیمانی

از مکرم شیخ عبد القادر صاحب

سرینگر کے نواح میں جھیل ڈل کے قریب و جنوب میں ایک خوبصورت بلند ایک پہاڑی ہے جس کا پرانا نام گوپادری تھا۔ ہندو اسے شنکر آچاریہ کہتے ہیں اور مسلمان تختِ سلیمان۔ اس پہاڑی پر سے ڈل اور شہر کے ماحول کا نظارہ اتنا مسحورکن ہے کہ وہ الفاظ میں سمویا نہیں جاسکتا۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

نبی چوں پائے بر تختِ سلیماں
شود کشمیر و دشتِ او نمایاں

یہ پہاڑ یروشلم کے کوہِ زیتون کی طرح مقدس مانا گیا۔ یہاں رشیوں منیوں اور اولیاء اللہ نے عبادات کیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام جب کشمیر میں وارد ہوئے تو اس "ربوۂ کشمیر" کو اپنے قدوم میمنت سے سرفراز فرمایا۔ یہاں عبادت کے لئے آپ آیا کرتے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"پرانی تاریخوں میں لکھا ہے کہ یوز آسف ایک نبی شہزادہ ہے جو بلادِ شام کی طرف سے آیا تھا جس کو قریباً انیس سو برس آئے ہوئے گزر گئے اور ساتھ اس کے بعض شاگرد تھے اور وہ کوہِ سلیمان پر عبادت کرتا رہا اور اس کی عبادت گاہ پر ایک کتبہ تھا جس کے یہ لفظ تھے کہ یہ ایک شہزادہ نبی ہے جو بلادِ شام کی طرف سے آیا تھا۔ نام اس کا یوز ہے پھر وہ کتبہ سکھوں کے عہد میں اور عناد سے مٹایا گیا۔ اب وہ الفاظ اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے۔ (تحفہ گولڑویہ ص۱۱۲)

کشمیر کی تاریخ قدیم سے معلوم ہوتا ہے کہ گوپادری پر دو سو قبل مسیح میں راجہ جلوکا کے عہد میں مندر تعمیر کیا گیا۔ قرنِ اول میں اس مندر کا گنبد شکستہ ہو گیا۔ فارس سے آمدہ ایک اسرائیلی انجینئر جس کا نام سلیمان تھا اور وہ راجہ کے دربار میں وزیرِ تعمیرات کے عہدہ پر فائز تھا مندر کی تعمیر پر مامور کیا گیا۔ ہندوؤں نے شور مچایا کہ ایک بت پرستی استھان کی تعمیر کا سوال ہے اور ایک ملیچھ کو اس کام کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ ہندو سلیمان کو سندیمان کہتے تھے۔ وہ اسے ملیچھ سمجھتے۔ راجہ نے حضرت مسیح علیہ السلام سے رجوع کیا۔ کیونکہ آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کے سمجھانے پر عوام کا جوش و خروش فرو ہو گیا سلیمان نے اس مندر کا گنبد از سر نو بنایا (اس نے مندر تک پہنچنے پر سنگِ مرمر کا ایک پلیٹ فارم اور ایک عمارت بھی بنوائی۔ اسی پلیٹ فارم کی نسبت سے اس پہاڑی کو تختِ سلیمان کہتے ہیں) سلیمان چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہو چکا تھا اس نے مندر کے باہر دو کتبے دو کتبے کندہ کروائے جن کا مضمون یہ تھا کہ

"اس زمانہ میں یوز آسف نے پیغمبری کی دعوت دی ہے۔ یوز آسف سے مراد یسوع پیغمبر بنی اسرائیل ہے"

اس طرح تختِ سلیمان کی بلندیوں سے سلیمان نے اپنے آقا کی رسالت کا اعلان کیا۔

یہ سب حالات کشمیر کے ایک پرانے نسخہ سے ملے ہیں جو سرینگر میں غلام محی الدین وانچو کی تحویل میں ہے۔ اس ورق کا فوٹو مکرم جناب خواجہ نذیر احمد صاحب مرحوم نے اپنی کتاب میں شائع کر دیا۔ یورپ کے نامور عالم رابرٹ گریوز نے اپنی کتاب "یسوع روم میں" میں یہ حوالہ تمام و کمال شائع کر دیا ہے۔ اور دنیا کو توجہ دلائی ہے کہ صلیبی موت سے حضرت مسیح بچائے گئے اس کے بعد وہ ہجرت کر کے بلادِ شرقیہ میں چلے گئے۔ وہ سرینگر میں جا کر فوت ہوئے۔ یہ ایک کھلا سوال ہے جو کہ علمائے تاریخ کے لئے قابلِ غور اور دعوتِ تحقیق ہے۔

— ۲ —

سلیمان وزیرِ کشمیر کے باقی حالات کتاب راج ترنگنی میں ملتے ہیں جو کہ آج سے آٹھ سو سال قبل کی کشمیر کی منظوم تاریخ ہے۔ پنڈت کلہن کا یہ نتیجۂ فکر ہے۔ کلہن ایک کوی یعنی داستان گو شاعر تھا۔ اس کی داستان طرازیوں سے قطع نظر واقعہ کی اصل صورت کچھ یوں بنتی ہے پہلی صدی قبل مسیح اور قرنِ اول کے واقعات میں پنڈت کلہن لکھتا ہے کہ کشمیر میں ایک وزیر سندھ متی یا سندیمان نامی تھا بہت نیک دل اور عوام کی بھلائی کرنے والا وزیر تھا درباری سازشیوں کا وہ شکار ہو گیا۔ راجہ اس سے بدظن ہو گیا۔ اسے زنداں میں ڈال دیا۔ اب سازشیوں نے راجہ کو بتایا کہ عوام میں ہاتفِ غیب کی یہ خبر مشہور ہو رہی ہے کہ سندیمان قید سے چھوٹ جائے گا۔ اور راجہ بنے گا۔ بہتر ہے کہ اسے صلیب دے دیا جائے۔ جنگل میں سندھ متی یعنی سندیمان کو صلیب دینے کے احکام جاری کر دئے گئے اس وزیر کا ایک گورو عسانا دیو نامی تھا۔ اسے پتہ لگا کہ میرے پیارے شاگرد کو صلیب دے دیا گیا۔ وہ جائے وقوعہ پر پہنچا سندھ متی کو صلیب پر سے اتارا۔ اس نے (کشفی نظر میں) اس کی پیشانی پر نوشتۂ تقدیر لکھا ہوا دیکھا کہ جو شخص زنداں میں ڈالا گیا صلیب پر چڑھا دی اب راجہ بنے گا۔ بہرحال سندھ متی معجزہ سے زندہ ہو گیا۔ اس دوران کشمیر کا ظالم راجہ لقمۂ اجل بن گیا۔ لوگوں کو جب پتہ چلا کہ عسانا گرو کا چیلا ہمارا سابق وزیر دراصل زندہ ہے وہ اس کے اردگرد جمع ہو گئے۔ بڑے اعزاز سے اسے شہر میں لایا گیا اور اپنا راجہ بنا لیا یہ راجہ سندیمان کہلایا۔ اس نے ۴۷ سال حکومت کی۔ آخر میں راج پاٹ چھوڑ کر ایک پہاڑ کے غار میں گیان دھیان کے لئے چلا گیا۔ پھر لوگوں نے اسے نہیں دیکھا۔ سنسکرت کے علماء کہتے ہیں کہ سندیمان ایک غیر ملکی نام ہے۔ ہندی نام نہیں ہے

— ۳ —

اس داستان کا بغور مطالعہ کریں سندیمان سلیمان ہے اور عسانا دیو حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ انفاسِ مسیحا سے آپ نے اپنے محبوب شاگرد کو بچا لیا۔ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ کی یہ ایک شاندار مثال ہے جس طرح کنعان میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے شاگرد لعزر کو بچایا تھا اسی طرح کشمیر میں سلیمان گہری بیہوشی والی موت سے بچایا گیا۔ تاریخی تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی سندیمان یعنی سلیمان کے نام پر گوپادری کو تختِ سلیمان کہا گیا۔ اس پہاڑی کے آثار بتلاتے ہیں کہ مندر سے ہٹ کر یہاں ایک سنگِ مرمر کا تخت اور ایک عمارت بنائی گئی۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فروکش ہوتے اور عبادت کرتے یہ امر قابلِ غور ہے۔

— ۴ —

آج سے کم و بیش دو سو سال پہلے محمد بدیع الدین نے

"واقعاتِ کشمیر جنت نظیر گوہرِ عالم تحفۃ الشاہی"

کے نام سے تاریخ کشمیر لکھی۔ اس کے قلمی نسخے برٹش میوزیم اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی تحویل میں ہیں۔ ایچ ایچ ولسن نے اپنے ایک مقالہ میں اس کے حوالے دئے ہیں۔ ان حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاریخ آدم علیہ السلام سے شروع کی گئی۔ بدیع الدین کے نزدیک آدم کا ہبوط سرندیپ میں ہوا جو کہ لنکا کا پرانا نام ہے۔ وہاں سے حضرت آدم علیہ السلام کشمیر جنت نظیر میں آگئے۔ فرزندِ آدم سیت کی نسل نے کشمیر میں ۱۱۱۰ سال تک حکومت کی۔ اس کے بعد ہندو قابض ہو گئے۔ ایک ہزار سالہ دورِ توحید کے بعد شرک و بت پرستی کا دور آگیا۔ پھر یہاں ہجرت کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے۔ آپ نے یہاں توحید پھیلائی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد کا ذکر نہیں کیونکہ بدیع الزمان کے عقیدہ کے یہ بات خلاف تھی۔ اس کی بجائے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ البتہ نسخہ بنگال میں ہے کہ یوز آسف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری تھے۔ یہ مزار نفحاتِ روحانی برکاتِ ربانی کا مرجع ہے۔

ولسن نے برٹش میوزیم کے نسخہ کا جو حوالہ دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تختِ سلیمان پر جو قبر ہے وہ حضرت مسیح کے حواری کی ہے۔ بدیع الدین نے دو حواریوں کی قبروں کا ذکر کیا ہے یا ایک کا۔ یہ امر بھی واضح نہیں ہے۔ بدیع الدین نے یہ بھی لکھا ہے کہ کشمیر میں بنی اسرائیل آئے۔ ان کا دورِ حکومت بھی یہاں رہا

اگر بدیع الزمان نے تختِ سلیمان پر ایک حواری کے مدفن کا ذکر کیا ہے تو قرینِ قیاس ہے کہ یہ سلیمان کی قبر ہے۔ بنگالی اور برٹش میوزیم کے نسخوں کے مقابلہ و موازنہ کی ضرورت ہے

— ۵ —

محمد بدیع الدین کی تاریخ سے استفادہ کر کے عبد القادر ابن قاضی القضاۃ واصل علی خان نے ۱۲۴۵ ہجری میں حشمتِ کشمیر کے نام سے تاریخ مرتب کی۔ اس میں لکھا ہے کہ یوز آسف کی قبر عوام میں

پیغمبر اہلِ کتاب

کے مدفن کے طور پر مشہور ہے۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی تحویل میں یہ نسخہ ہے (قلمی نسخہ ۲۴/۲ ص ۶۸ ب)

حشمتِ کشمیر کا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے اس میں محمد بدیع الدین کی "تاریخ اور مخزن افغانی خواجہ نعمت اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے

"دریں صورت ورودِ قومِ بنی اسرائیل
بہ کشمیر و کوہستانِ غربی (افغانستان)
آں صاف معلوم مے شود"

یعنی اس صورت میں قوم بنی اسرائیل کا ورودِ کشمیر اور مغربی کوہستان (افغانستان) میں صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔

اور یہ شہادت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحقیق کی مؤید ہے جو آپ نے اپنی مایہ ناز کتاب "مسیح ہندوستان میں" میں شائع فرمائی ہے ❊

عید الاضحیہ کے بارہ میں حضور کا اہم فیصلہ (بقیہ صفحہ ۲)

عید نہیں منا سکتے۔ اس لئے ہم مکہ معظمہ کی رُویت ہلال کو بنیاد بنا کر اور مختلف ممالک میں طلوعِ شمس کو ملحوظ رکھ کر آئندہ یہ کوشش کیا کریں گے کہ ہماری قربانی اور ہمارا عید اس دن اور اس وقت کے قریب ترین ہو جبکہ مکہ معظمہ میں قربانی ہوتی ہے اور عید منائی جاتی ہے۔ تاکہ وحدتِ اسلامی کے قیام کا ہم عملاً ایک مظاہرہ کر سکیں۔

اداریہ (بقیہ صفحہ ۲)

بن کر بارگاہِ الٰہی میں جھک گئے۔ سرکاری حکام آئے بالمشافہ باتیں ہوئیں۔ ہمارا دینی موقف اور مقاماتِ مقدسہ کے ساتھ جماعت کا روحانی تعلق واضح کرنے میں ہمارے غیر مسلم بھائیوں نے بڑا ہی قابلِ قدر نمونہ دکھایا۔ یقین جانئے! ایسے وقت میں سرکاری حکام کا یہ فیصلہ کہ درویشوں کو احمدیہ محلہ سے باہر نہیں لے جایا جائے گا ایسے لگا گویا انہیں حیاتِ نو سے سرفراز کر دیا گیا۔ اور مقاماتِ مقدسہ کی صورت میں گویا دنیا کی تمام نعمتیں اُن کے لئے مخصوص کر دی گئی ہیں۔ فالحمد للہ حمداً کثیراً۔

یہ ہوا قادیان میں مقیم درویشان کی آپ بیتی کا مختصر حال — مقاماتِ مقدسہ قادیان کی نسبت آزمائش کی گھڑیوں میں قادیان سے باہر کے دوستوں کی قلبی کیفیت جو ان سے چنداں مختلف نہ تھی جس کسی احمدی کو اس خبر کا علم ہوا اپنی اپنی جگہ تڑپ کر رہ گیا۔ اسی بے قراری کے عالم میں ایک طرف یہ سب لوگ مجسم دعا بن کر بارگاہِ الٰہی میں جھک گئے تو دوسری طرف حکومتِ ہند کو ٹیلیگراموں اور جماعتوں کے متفقہ ریزولیشنوں کے ذریعہ قادیان اور اہلِ قادیان کی نسبت اپنے دلی جذبات پہنچائے۔ یہ وہ ناقابلِ تردید عملی ثبوت تھا کہ صرف قادیان کے احمدی ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں پھیلے ہوئے احمدیوں کو ان مقاماتِ مقدسہ سے کس قدر دلی لگاؤ ہے اور کس قدر نازک جذبات ہیں ان سے کہ اس بارہ میں ایسی ویسی خبر ملنے پر سینکڑوں ہزاروں میل دور ہونے کے باوجود اسی طرح بے چین ہو جاتے ہیں جس طرح ان مقامات میں بسنے والے افراد!!

قادیان اور اس کے مقدس مقامات سے احمدیوں کا یہ دلی پیار اور محبت صرف اسی زمانہ کی پیداوار نہیں بلکہ مقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے اپنے مبارک زمانہ ہی سے روحانی محبت والفت کے یہ گہرے رشتے قائم ہوئے۔ اور اسی وقت سے احمدیوں کے دل اس متبرک بستی کے ساتھ مقنوط چلے آ رہے ہیں۔ اس بات پر اسّی سال کا لمبا زمانہ گزر رہا ہے۔ جبکہ مرکزِ سلسلہ میں جماعت کا سالانہ جلسہ منعقد ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اسی جذبۂ الفت ومحبت کے تحت ہر سال اکناف عالم سے جوق در جوق احمدی اس طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ روپے خرچ کرتے ہیں۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں۔ مگر عشاق کے یہ قافلے نہ کہیں درماندہ ہوئے اور نہ ملول بلکہ علم وعرفان میں اضافہ اور روحوں کی صفائی کا جذبہ روز افزوں رہا۔ اور حق بات بھی تو یہی ہے کہ خدا فراموشی کے اس زمانہ میں قادیان کی بستی ہی سے انوارِ الٰہی کی شعاعیں پھوٹیں اور اسی مقام سے وہ آسمانی آواز بلند ہوئی جس نے انسان کو بھولا ہوا سبق یاد دلایا کہ اپنے خالق ومالک کے ساتھ سچا تعلق قائم کئے بغیر انسان کچھ بھی نہیں۔ اسی تعلق سے انسان ہر پہلو میں چمکتا اور اس میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔ نوعِ انسان کو آج جس قدر زیادہ ضرورت اس چیز کی ہے ناعاقبت اندیش انسان اسی قدر اس سے دُور جا پڑا ہے۔ کاش! دنیا اس آواز پر متوجہ ہو جو قادیان جیسی مبارک بستی سے بلند ہوئی اور آج بھی اس کی فضاء میں یہ الفاظ گونج رہے ہیں ؎

آؤ لوگو! کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے | لو تمہیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے
آج ان نوروں کا اک زور ہے اس عاجز میں | دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا | نور ہے نور۔ اُٹھو! دیکھو سُنایا ہم نے

وما علینا الا البلاغ المبین۔

ولادت

مورخہ ۸ فروری کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے خاکسار کو پہلا بیٹا عطا فرمایا ہے۔ محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی شفقت سے بچے کا نام "محمود احمد" تجویز فرمایا ہے۔ جملہ بزرگان و احبابِ جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ زچہ وبچہ کو صحت وسلامتی سے رکھے اور نومولود کو نیک، صالح، خادمِ دین اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے آمین۔

خاکسار: شبیر احمد ناصر مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

انسپکٹران بیت المال کے دورے

یوپی۔ بہار۔ بنگال۔ اڑیسہ۔ آندھرا اور میسور کی جماعتیں مطلع رہیں

مندرجہ بالا صوبوں کی جماعت ہائے احمدیہ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ہمارے انسپکٹران بیت المال مندرجہ ذیل تفصیل کے ساتھ مالی دورے یکم مارچ ۱۹۷۲ء سے شروع کر رہے ہیں۔

(۱)۔ مکرم مولوی رفیق احمد صاحب	صوبہ یو۔پی۔
(۲)۔ مکرم مولوی جلال الدین صاحب	بہار۔ بنگال۔ اڑیسہ۔
(۳)۔ مکرم مولوی سراج الحق صاحب	آندھرا و میسور۔

بدر کے اس پرچے میں عدم گنجائش کی وجہ سے تفصیلی پروگرام شائع نہیں کیا جا سکا۔ ۲ مارچ کے پرچے میں مفصّل پروگرام شائع ہوں گے۔

کیرلہ اور مدراس کی جماعتوں کے دورے کے بارے میں ۱۲ مارچ کے بدر میں اعلان کیا جائے گا۔

ناظر بیت المال آمد قادیان

Registered with the Registrar of Newspapers for India at No. R. N. 61/57

Regd. No. P. 67

The

Weekly BADR Qadian

P ne: 35

Editor :- Mohammad Hafeez Baqapuri.
Sub Editor :- Khurshid Ahmad Anwar.

Price 0.75 P.

Volume XXI | 17th, 24th Tablish 1351 H. S. 17th 24th February 1972 | Issue No. VII, VIII